1477

1477

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम .... अमर लोड
.... एक दर्दे दिल

लेखक .... श्याम लाल कपूर

प्रकाशन वर्ष ....

आगत संख्या ..1477........

بھرم توڑ

جاتی بھوشن لالہ رامچند منچندہ اسلام پریمی کرتھے

دردِ دل

چند روز ہوئے میرے ایک دوست نے اخبار توحید لائل پور کا ایک خاص پرچہ مجھے دکھایا اور نہایت رنج سے کہا کہ جس حالت میں خود ہندو لیڈر ہندوؤں میں اسلام کی اشاعت اور پرچار کا کام کر رہے ہیں۔ ہندوستانی کو اسلام کی رو سے کیونکر بچایا جا سکتا ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے میری توجہ اس اخبار کے اُس مضمون کی طرف دلائی جو لالہ رام چند منچندہ بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ لاہور کے نام سے اس اخبار میں شائع ہوا ہے۔ میں لالہ صاحب کو کئی سال سے جانتا ہوں اور ان کے متعلق میری رائے بہت اچھی رہی ہے۔ آپ اروڑ بنس سکھ سبھا کے چیرمین اور ایک بہت بڑے کارکن خیال کئے جاتے ہیں۔ اس قوم کی ایک تاریخ بھی لکھ چکے ہیں اور قوم کی طرف سے آپ کو جاتی بھوشن کا خطاب بھی دے رکھا ہے *

توحید اخبار کے کالموں میں آپ کے نام سے یہ مضمون پڑھ کر میں حیران

اور ششدر رہ گیا۔ مجھے حیرانی ہی نہیں ہوئی بلکہ سخت رنج بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ میں نے محسوس کیا کہ جاتی بھوشن صاحب کا یہ مضمون بہت سے سیدھے سادے ہندوؤں کو گمراہ کرنے کا باعث ہو سکتا ہے اور ارادہ کیا کہ ان کی اس حرکت کے خلاف اپنے اخبار گورو گھنٹال کے کالموں میں پروٹسٹ کروں۔ میں نے جتنی بار جاتی بھوشن صاحب کے اس مضمون کو پڑھا اتنی بار ہی مجھے اب دکھ ہوا کہ گویا کسی نے میری پیاری ہندو قوم کی چھاتی پر کس کے تیر مارے ہیں۔ اس مضمون کے متعلق میں نے گورو گھنٹال کے کالموں میں کل سات مضامین لکھے ہیں۔ جن کو میں اس ٹریکٹ کی صورت میں محض اس لیے جمع کر کے شائع کر رہا ہوں کہ جاتی بھوشن صاحب کی حماقت سے جو زہر توحید اخبار کے ذریعہ ہندو قوم میں پھیل سکتا ہے۔ اس کی کچھ تلافی ہو سکے۔

اگرچہ میں نے جاتی بھوشن صاحب کے اس نہایت ہی افسوسناک مضمون کے ایک ایک فقرہ پر بحث کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کا تمام مضمون میرے مضامین میں درج ہے۔ تاہم میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ ان کا سالم مضمون بھی اس جگہ درج کر دیا جائے۔ تاکہ ناظرین اسے پڑھ کر سمجھ لیں کہ حضرت محمد۔ ان کے قایم کردہ مذہب اسلام اور اس مذہب کے ابتدائی عرب پرچارکوں کے متعلق ان کے خیالات کیا ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی پاک تعلیم

(لالہ رامچند منچندہ صاحب ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور کے قلم سے)

(خاص توحید کیلئے)

(۱) بنی دُنیا کی تاریخ میں آنحضرت صلعم کی شخصیت لاثانی۔ یکتا اور ممتاز

ہے۔ عرب شائستہ دُنیا کے اثرات سے بوجہ اپنی خشک پہاڑیوں اور بیابانوں کے منقطع تھا۔ اور اہل عرب اپنی معاشرت اور مذہبی عقائد میں نہایت پسماندہ ہونے کے سبب جہالت کے تاریک گڑھے میں پڑے ہوئے تھے۔ کشت و خون۔ غارتگری اور دختر کشی کو جائز سمجھتے تھے۔ ہر ایک قبیلہ اپنے ہمسایہ قبیلوں سے جنگ و جدل کرتا رہتا تھا۔ آنحضرت صلعم نے دس سال کے قلیل عرصہ میں ایسے ملک کی کایا پلٹ دی۔ عربوں کی سوشل حالت اور مذہبی عقاید میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں عرب من حیثیت القوم توحید الٰہی کے ممتاز ترین حامی کے معتقد ہو گئے اور سوشل پہلو سے اخوت اسلام کا اصول قائم کر کے اس پر عمل کرنے لگے۔ یہ دونوں اصول اس وقت انوکھے اور نئے تھے۔ انسانی دنیا کے شائستہ اور مہذب طبقے بھی ان اصولوں سے نامحرم تھے اور اگر ان اصولوں کا کہیں علم تھا تو وہ عمل سے ناآشنا تھا۔

(۲) اب انسانی دنیا کا زیادہ تر حصہ توحید اور اخوت کا قائل ہو رہا ہے اور انہی اصولوں پر کاربند ہونے سے انسان ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو رہا ہے۔ یہ اعلیٰ اصول جو انسان کی ترقی کے باعث ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ آنحضرت نے سب سے پہلے عرب کے پسماندہ لوگوں کو سکھائے اور ان پر عمل پیرا ہونے پر زور دیا۔ پھر ان کے ذریعہ ان اصولوں کو دنیا کے ہر حصہ میں پہنچا دیا اور نہ صرف عرب میں بلکہ باقی دنیا کے اکثر حصوں سے شرک اور نخوت کو دور کیا۔

(۳) یہ واقعی ساتویں صدی عیسوی کے عربوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ تھی اور وہ ہی اپنی سادگی اور فطرت باکرہ کی وجہ سے اس کے

مستحق تھے۔ اگر یہ تعلیم کسی پرانے مہذب حصہ دنیا میں شروع ہوتی تو شاید کامیابی کی رفتار یہ نہ ہوتی اور اگر ہوتی بھی تو عالمگیر نہ ہوتی۔ اس تعلیم کا آغاز عرب کے ملک میں ہونے میں ایک راز ایزدی مضمر تھا۔ ان اصولوں کی تعلیم نے صاف ستھرے ضمیر والے عربوں پر ایسا رنگ چڑھایا کہ ایک نادر طاقت کی صورت میں نمایاں ہو کر تمام دنیا کو اس رنگ میں رنگ دیا۔ اور اس وقت انسانی دنیا کا کثیر حصہ قریب ساٹھ کروڑ آبادی کے اس معلم سے متاثر و مستفید ہو رہا ہے اور باقی دنیا بھی اسکے اثرات و نقوش قبول کر رہی ہے۔

(۴) انسانی تاریخ اس عظیم الشان معجزہ کا کوئی دوسرا نمونہ پیش نہیں کر سکتی۔ عرب دس سال ۶۲۲ سنہ سے ۶۳۲ سنہ تک کے قلیل عرصہ میں دنیا کی ایسی سوشل طاقت بن گئے کہ انہوں نے اپنے گرد و نواح کی شائستہ دنیا کو چار سال کی مدت میں اپنے زیر اثر کر لیا۔ عربوں نے ایک دن میں دو دو سو قلعے فتح کئے۔ جاہل اور ناشائستہ عرب دنیا کے معقول رقبہ کے فرماں روا اور مالک ہو گئے۔ سوشل دنیا میں اس طرح کا کوئی دوسرا معجزہ نہیں ملتا۔ جو عربوں کی کامیابی کا ہم پلہ کہلا سکے۔ کون ہے جو اس امر سے انکار کر سکتا ہے کہ اس عدیم المثال اور حیرت میں ڈال دینے والی کامیابی کا راز آنحضرت صلعم کے اصول تھے۔ ان اصولوں کے اندر بے اندازہ ایسی طاقتیں پوشیدہ تھیں جو سوسائٹی میں ایسے عظیم الشان انقلاب کی حامل ہوئیں۔ کیا اصول محض انسانی دماغ اور بالخصوص عربی دماغ کی اختراع ہو سکتے ہیں۔

خود آنحضرت صلعم نے کبھی یہ دعوے نہیں کیا کہ یہ اصول ان کے

دماغی غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔ بلکہ صاف صاف الفاظ میں ظاہر کیا کہ وہ
الہام پر مبنی تھے۔ اور فرمان ایزدی کے پاک احکام تھے۔ کسی مسلم کو ان کے
الہامی ہونے میں شک نہیں ہو سکتا۔ مگر غیر مسلموں کو بھی ماننا پڑے گا کہ
یہ ایسے سوشل اصول تھے کہ جن کی وجہ سے ساری دنیا میں نہایت اہم انقلاب
رونما ہوئے اور آنحضرت صلعم کی برتری اور بزرگی محتاج بیان نہیں رہی
بے شک ہندوستان آکر اسلام کا بیڑا اٹک گیا اور رفتار رک گئی۔ مگر
اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ بیڑا ہندوستان میں پہنچا تو اس کے رہنما
اور ناخدا خود ان اصولوں پر پورے پورے کاربند نہ تھے۔ اس لئے جو
مشرک اسلام کی آغوش میں آئے وہ پرانے قانون رسم و رواج کو ترک نہ
کر سکے اور اگرچہ گذشتہ صدی میں بلحاظ تعداد کے مسلمانوں کو کافی ترقی
حاصل ہوئی ہے۔ مگر وہ اپنے دنیاوی حالات میں ۷۵ فیصدی کے قریب
پرانے رسم و رواج کے پابند ہیں۔ ہند میں اسوقت قریباً آٹھ کروڑ
مسلمان آباد ہیں اور ان میں اور دوسروں میں جو رسہ کشی آٹھویں صدی میں
شروع ہوئی اب تک جاری ہے۔ ہمارے مسلم توحید پرست بھائیوں کو
دیکھنا چاہئے کہ ہندو بھی توحید پسند ہو رہے ہیں اور یہاں تک دونوں
یکساں ہیں اور ان کا خدا ایک ہی ہے ÷

اب دنیا میں محدود اخوت کی جگہ .... اخوت انسانی
لے رہی ہے۔ ہمارے مسلم بھائیوں کو چاہئے کہ وہ آنحضرت کے دیئے
ہوئے اخوت کے اصول کو مسلمانوں تک محدود نہ رکھیں بلکہ عالمگیر بنا کر کل
انسانی جماعت کو اس کے دائرہ اثر میں لے آویں۔ جہاں تک میں نے آنحضرت
کی برگزیدہ تعلیم کو سمجھا ہے وہ تو کل انسانوں کے لئے مقصود ہے ÷

کاش! کہ ہندو۔ سکھ عیسائی۔ بدھ اور دوسرے لوگ آنحضرت کی
پاک عالمگیر تعلیم کو سمجھیں اور اس سے مستفید ہوں۔ نیز مسلمان اپنے
پیغمبر کی تعلیم کو سمجھیں اور فائدہ اٹھائیں تو دنیا میں امن قایم ہو جائے اور
ہندو و مسلم آنحضرت صلعم و دوسرے ہادیوں کی عزت کرتے ہوئے ہمسائگت
کے اصول پر عمل پیرا ہوں ۔"

گورو گھنٹال کی اشاعت اس قدر زیادہ ہے کہ اسکے کالموں میں شایع
شدہ مضامین کو ایک الگ ٹریکٹ میں شایع کرنے کی کچھ ضرورت نہیں رہتی
لیکن خود جاتی بھوشن صاحب کی اروڑہ برادری کے بعض نوجوان افراد کی یہ
خواہش تھی کہ ان تمام مضامین کو ایک جگہ جمع کر کے ٹریکٹ کی صورت میں
شایع کر دیا جائے تاکہ جن اروڑ ونسی بھائیوں کو اپنے ان جاتی بھوشن صاحب کے
ان خیالات کا اب تک علم نہیں ہوا وہ ناواقف نہ رہیں اس حکم کی تعمیل میں
میں یہ ٹریکٹ شایع کر رہا ہوں لالہ صاحب کی ذات کے لیے جو عزت میرے
دل میں پہلے تھی وہ اب بھی موجود ہے مگر اُن کے اِن خیالات کو میں ہندو قوم کے
لئے نہایت زہریلا خیال کرتا ہوں اور ان کی اشاعت کو خطرناک سمجھتا ہوں۔
یہی وجہ ہے کہ میں قریباً ڈیڑھ ماہ تک ان کے پرخچے اڑاتا رہا ہوں اور
اگر لالہ صاحب مردوں جیسی خاموشی اختیار کرنے کے بجائے اس بحث کو
طول دینا چاہتے تو ان کے بھرم کی مزید اصلاح کرنے سے بھی گریز نہ کرتا
ان سطور کو ختم کرنے سے پہلے میں اپنے اروڑ ونسی بھائیوں سے درخواست
کرتا ہوں کہ وہ لالہ صاحب کے خیالات پڑھیں۔ ان کے جذبات سے آگاہ ہو
کر اگر سمجھیں کہ ان میں اصلاح کی ضرورت ہے تو لالہ صاحب کو سمجھائیں ورنہ جس

طرح لالہ صاحب خود خاموش ہیں اسی طرح وہ بھی خاموش رہیں۔
(شانم لال کپور)

ہندو قوم پر جاتی بھوشن لالہ رام چند منچندہ کا احسان عظیم
ہندوؤں کو حضرت محمدؐ کی پاک عالمگیر تعلیم سمجھنے کا مشورہ

(۱)

گورو گھنٹال کے کسی گذشتہ پرچہ میں ہم نے اروڑبنس برادری کے جاتی بھوشن لالہ رامچند منچندہ ایڈووکیٹ لاہور کے متعلق ایک نوٹ حوالہ قلم کیا تھا۔ جس میں اُن سے درخواست کی تھی کہ جہاں وہ بہ حیثیت ایڈووکیٹ اس امر کا خیال کرتے ہیں کہ کوئی موکل خواہ اسکے برخلاف کسی اروڑبنسی لڑکی کے قتل کا ہی الزام کیوں نہ ہو۔ آپ کے در سے آپ کے قانونی مشورہ سے مایوس نہ جائے۔ وہاں آپ کو اس امر کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ بہ حیثیت چیرمین اروڑبنس مکھ سبھا ایسے مقدمات کا خیال رکھنا چاہئے۔ جن میں معصوم اروڑبنسی لڑکیوں کی جان کا سوال وابستہ ہو اور ان کے قتل کا سوال پیدا ہوتا ہو۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ہماری یہ گذارش شریمان جاتی بھوشن صاحب کے کانوں تک پہنچی ہے یا نہیں۔ لیکن اسوقت ان کا ایک اور بہت بڑا احسان جو انھوں نے ہندوستان کے ہندوؤں پر کیا ہے ہمارے سامنے ہے۔ لائلپور سے مسلمانوں کا ایک اخبار ہفتہ وار توحید شایع ہوتا

ہے۔ اس اخبار نے گذشتہ دنوں حضرت محمد بانئے اسلام کے جنم دن کے موقع پر اپنا ایک خاص پرچہ رسول نمبر کے نام سے شایع کیا ہے۔ اس میں جہاں کئی مسلمانوں اور عیسائیوں کے مضامین درج ہیں وہاں چند غیر معروف اور گمنام ہندوؤں کے خیالات بھی درج ہیں۔ ان ہندو اصحاب کے درمیان ہمیں ان جاتی بھوشن صاحب کا نام بھی نظر آتا ہے۔ جو ایک طرف تو ہندو سوسائٹی میں ادھار کا کام کرتے ہیں، دوسری طرف اروڑ بنس مکھ سبھا کے چیرمین ہیں۔ لیکن ہم اُن کے اس مضمون میں یہ پڑھ کر حیران رہ گئے کہ آپ نہ صرف یہ کہ محمدؐ صاحب کو دنیا کا لاثانی۔ یکتا اور بے نظیر مذہبی ریفارمر سمجھتے ہیں بلکہ مسلمانوں سے گڑگڑا کر درخواست کر رہے ہیں کہ

"ہمارے مسلمان بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ آنحضرت محمدؐ صاحب کے دیئے ہوئے اخوت کے اصول کو مسلمانوں تک محدود نہ رکھیں بلکہ عالمگیر بنا کر کل انسانی جماعت کو اس کے دائرۂ اثر میں لے آئیں۔ جہاں تک میں نے آنحضرت کی برگزیدہ تعلیم کو سمجھا ہے وہ تو کل انسانوں کے لیئے مقصود ہے"

لالہ رامچند منچندہ ایک نہایت ہی ذمہ دار اور لیڈنگ ہندو ہی نہیں بلکہ ہندو لیڈر ہیں۔ اسلام اور اس کی تعلیم کے متعلق اس قسم کے خیالات کا اظہار کرنے سے پہلے انہیں یہ سوچنا چاہیئے کہ ان کے ان الفاظ کا ہندو قوم پر کیا اثر پڑے گا۔ کیا وہ اس مذہب اسلام کی طرف کھنچے تو نہ چلے جائینگے۔ جسے لالہ صاحب: اخوت کا سرچشمہ اور برگزیدہ تعلیم کا بھنڈار قرار دے رہے ہیں۔ اپنے اس مضمون میں لالہ صاحب نے صرف

مسلمانوں کو بھی یہ مشورہ نہیں دیا کہ وہ حضرت محمد کی اس برگزیدہ تعلیم کو مسلمانوں تک محدود نہ رکھ کر تمام دنیا میں اس کی اشاعت کریں بلکہ ہندوؤں اور ان کے ساتھ ہی سکھوں بلکہ بدھوں تک کو مشورہ دیا ہے کہ وہ محمد صاحب کی اس برگزیدہ تعلیم کو سمجھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں آپ فرماتے ہیں:-

"کاش کہ ہندو۔ سکھ۔ جین۔ بدھ اور دوسرے لوگ آنحضرت کی پاک عالمگیر تعلیم کو سمجھیں اور اس سے مستفید ہوں"

اگر اس فقرہ کے ساتھ ہی جاتی بھوشن صاحب یہ بھی لکھ دیتے کہ میں بھی حضرت محمد کی پاک۔ عالمگیر اور برگزیدہ تعلیم کی اشاعت اور پرچار میں خاص کر ہندو قوم میں اس کے پھیلانے میں مدد دونگا بلکہ اسے اپنی زندگی کا مقصد خیال کرونگا" تو ان کی اس مضمون بازی کا مطلب اچھی طرح حل ہوجاتا اور ہندو عموماً اور ڈیلنی خصوصاً یہ سمجھ لیتے کہ جن جاتی بھوشن صاحب کو انہوں نے اپنا لیڈر بنا رکھا ہے وہ کس طرح ان میں اسلام کا پرچار کر کے ان کی تمام سوشل اور مذہبی زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔ شرم ہے ایسے جاتی بھوشن پر۔

یوں تو لالہ رام چند منچندہ کا یہ تمام مضمون مذہبی نقطہ خیال سے لچر اور بیہودہ ہے لیکن اسکے بعض حصے تو نہایت خطرناک کہے جاسکتے ہیں اور ہمیں اندیشہ ہے کہ اس چوٹی کے ہندو لیڈر کے یہ الفاظ بہت سے ہندوؤں کو گمراہ کرنے کا موجب ہونگے۔ مثلاً آپ اپنے اس مضمون میں لکھتے ہیں:-

"انسانی دنیا کی تاریخ میں آنحضرت صلعم کی شخصیت لاثانی یکتا اور ممتاز ہے"

یا تو ان جاتی بھوشن صاحب کو الفاظ لاثانی اور یکتا کے معنی نہیں آتے اور یا وہ ایک ایسے ہندو ہیں کہ جن کے دل اور دماغ میں اپنے ہندو بزرگوں۔ رشیوں۔ منیوں اور اوتاروں کے لیئے کوئی عزت یا شردھا نہیں ہے اگر انسانی دنیا کی تاریخ میں محمد صاحب کو یکتا اور لاثانی مان لیا جائے۔ تو پھر ہم ان لالہ صاحب سے پوچھتے ہیں کہ بھگوان رام کرشن اور دوسرے ہندو بزرگوں کی کیا پوزیشن رہ جاتی ہے۔ کیونکہ لاثانی اور یکتا تو انہوں نے محمد صاحب کو قرار دیدیا۔ افسوس ایسی ذہنیت پر کہ جو دوسروں کو خوش کرنے کے بے ہودہ وہم میں یہ بھی نہیں سوچتے کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں۔ لالہ راجند منچندہ نے اس مضمون میں جو خیالات ظاہر کیئے ہیں۔ مناسب ہے کہ ان کا پورا پورا نوٹس لیا جائے۔ تاکہ ان کے یہ [illegible] خیالات کسی ہندو کو گمراہ کرنے کا باعث نہ ہو سکیں۔ لیکن پیشتر اسکے کہ ہم آگے چلیں۔ ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ لالہ صاحب مضمون تو لکھنے بیٹھ گئے مگر انہیں پتہ نہیں کہ ایک ہی مضمون میں وہ کیسی متضاد باتیں لکھ رہے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ آپ لکھتے ہیں :-

"اہل عرب اپنی معاشرت اور مذہبی عقاید میں نہایت پسماندہ ہونے کے سبب جہالت کے تاریک گڑھے میں پڑے ہوئے تھے۔ کشت وخون غارتگری اور دختر کشی کرنے والے تھے۔ آنحضرت نے دس سال کے قلیل عرصہ میں ایسے ملک کی کایا پلٹ دی"

ان الفاظ میں لالہ جاتی بھوشن صاحب نے باشندگان عرب کو جہالت کے گڑھے میں گرے ہوئے۔ جاہل کشت وخون کرنے والے خونی۔ غارتگری کرنے والے غارتگر اور دختر کشی کرنے والے دختر کش لکھا ہے۔ مگر دروغ گو

را حافظہ نہ باشد کے مصداق آپ آگے چلکر اپنے اسی مضمون میں لکھتے ہیں
"یہ واقعی ساتویں صدی کے عربوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ
تھی۔ اور وہی اپنی سادگی و فطرت باکرہ کی وجہ سے اس کے مستحق
تھے اس تعلیم کا آغاز عرب کے ملک میں ہونے میں ایک راز ایزدی
(الیشور کی مرضی) مضمر تھا۔ ان اصولوں کی تعلیم نے صاف ستھرے
ضمیر والے عربوں پر ایسا رنگ چڑھایا کہ ایک نادر طاقت کی صورت
میں نمایاں ہوکر تمام دنیا کو اسی رنگ میں رنگ دیا۔"
پڑھنے ناظرین نے جانی بھوشن مہنتہ صاحب کی لیاقت اور قابلیت!
ایک جگہ تو آپ عربوں کو جاہل۔ غارتگر۔ کشت و خون کرنے والے اور دختر کش
قرار دے رہے ہیں۔ مگر چند ہی سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ چونکہ وہ صاف
ستھرے ضمیر والے تھے اور سادہ تھے اور فطرت باکرہ رکھتے تھے۔ اپنی
اپنی سادگی اور فطرت باکرہ کی وجہ سے خدا کی نظروں میں ایسے پسند آئے
کہ ان کے صاف ستھرے ضمیر پر ایک ایسا رنگ چڑھا دیا کہ وہ دنیا
میں ایک نادر طاقت بن گئے اور انہوں نے دنیا کو بھی اسی رنگ میں رنگ
دیا اور یہ پرماتما کی ایک بہت بڑی مرضی تھی کہ وہ ان صاف ستھرے ضمیر
والے عربوں سے دنیا میں محمد صاحب کی تعلیم کی اشاعت میں مدد لے
لالہ صاحب ایک اعلیٰ درجہ کے وکیل ہیں۔ ذرا اپنے ان متضاد اور ایک
دوسرے کے خلاف الفاظ پر غور تو کریں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں!
(گورو گھنٹال ۲۹ جولائی)

(۲)

گورو گھنٹال کے گذشتہ پرچہ میں ہم لالہ رائچند منچندہ جاتی بھوشن کے اُس مضمون کا ذکر کر چکے ہیں کہ جو انہوں نے لائلپور کے ایک مُنہ پھٹ مسلمان اخبار توحید کے رسول نمبر میں حضرت محمدؐ اور ان کے چلائے ہوئے مذہب اسلام کی تعریف میں لکھا ہے اگر یہ مضمون کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کے قلم کا لکھا ہؤا ہوتا تو ہم اس کی پرواہ نہ کرتے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت بھی نہ سمجھتے۔ مگر کیا کریں۔ مضمون نہایت اہم اور اس کے لکھنے والے کی شخصیت اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ جس سے ہندو قوم اور ہندو تہذیب دونوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ہم مجبور ہیں کہ جہاں ہم ان جاتی بھوشن صاحب کو یہ بتائیں کہ ایک ذمہ دار ہندو لیڈر ہوتے ہوئے وہ یہ کیا بلنڈر کر رہے ہیں وہاں ان کے اس مضمون سے پھیلنے والی ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے جو ہندو قوم کے لئے سخت نقصانده ثابت ہو سکتی ہیں +

اپنے پہلے مضمون میں ہم لالہ صاحب کی اپنی تحریر کے حوالے سے بتا چکے ہیں کہ کس طرح انہوں نے حضرت کی تعلیم کو پاک برگزیدہ اور عالمگیر قرار دیا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ جہاں انہوں نے ایک طرف مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ انسانی دنیا کے لاثانی اور یکتا حضرت محمدؐ کی پاک عالمگیر تعلیم کی اشاعت ہندوستان کے ہندوؤں۔ عیسائیوں۔ سکھوں اور بلوچیوں میں کریں۔ وہاں ان مذاہب کے پیروؤں سے عموماً اور ہندوؤں سے جن کے کہ یہ صاحب لیڈر اور جاتی بھوشن ہیں۔ خصوصاً یہ درخواست کی ہے کہ وہ

حضرت محمدؐ کی پاک اور عالمگیر تعلیم کو سمجھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں
گویا لالہ صاحب نے ہندو بلکہ ہندو لیڈر ہوتے ہوئے اشاعت اسلام کے لئے وہ کام کیا ہے جو بڑے سے بڑا مسلمان بھی شاید نہ کرسکے ۔

لالہ صاحب نے اپنے اس بیان کی تائید میں جو لمبا چوڑا مضمون لکھا ہے اس کے بعض حصوں پر ہم گورو گھنٹال کے گذشتہ پرچہ میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ دیگر حصوں پر آج ہم بحث کرنا چاہتے ہیں۔ عربوں کے متعلق جو خیالات لالہ صاحب نے ظاہر کئے وہ ہم ناظرین کے پیش کر چکے ہیں۔ یعنی پہلے لقمان کو جاہل۔ پسماندہ اور دختر کش لکھا اور چند سطور کے بعد ہی لکھ دیا کہ وہ سادہ تھے۔ باکرہ فطرت رکھتے تھے اور صاف ستھری ضمیر والے تھے۔ اب آگے چلئے۔ جاتی بھوشن صاحب لکھتے ہیں :—

اب انسانی دنیا کا زیادہ حصہ توحید اور اخوت کا قائل ہو رہا ہے اور انہی اصولوں پر کاربند ہونے سے انسان ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو رہا ہے۔ یہ اعلےٰ اصول جو انسان کی ترقی کا باعث ہوئے اور ہو رہے ہیں آنحضرت نے سب سے پہلے عرب کے پسماندہ لوگوں کو دیئے اور ان پر عمل پیرا ہونے پر زور دیا۔ پھر ان کے ذریعہ ان اصولوں کو دنیا کے ہر حصہ میں پہنچایا۔ اور نہ صرف عرب میں بلکہ باقی دنیا کے اکثر حصوں سے شرک اور نخوت کو دور کیا ۔

اے کاش جو کچھ لالہ صاحب نے لکھا ہے۔ سچ ہوتا۔ مگر حیران ہیں جب اسلامی توحید اور اخوت کی لالہ صاحب اس قدر تعریف کر رہے ہیں۔ وہ

ہے کہاں۔ جو مذہب ایک ایسے پتھر کے سجدہ کو روا رکھتا ہو۔ جس کی نسبت یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کیا ہے اور کہاں سے آیا ہے اور کیوں لوگ اُسے چومتے ہیں۔ نیز جو مذہب خدا کے ساتھ ہی ایک انسان کے نام کو لازم و ملزوم قرار دیتا ہوا اور محمد صاحب کا نام خدا کے کلمہ کے ساتھ اس طرح وابستہ ہو گیا ہو کہ اب اسے اس سے جدا ہی نہ کیا جا سکتا ہو۔ اس توحید کو اتنا اونچا درجہ کیونکر دیا جا سکتا ہے۔ کیا باوجود اس تعلیم کے اب مسلمان قبروں اور خانقاہوں پر ماتھا رگڑتے نہیں پھرتے۔ کیا وہ مغرب کی طرف منہ کر کے اس لئے نماز نہیں پڑھتے کہ اس طرف خدا کا گھر ہے۔ یہ کیا توحید ہے۔ اس سے بہت بہتر اور اعلےٰ اپنیشدوں میں موجود ہے۔

رہا اخوت کا سوال۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس بارہ میں بھی لالہ صاحب کے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلمانوں میں اخوت کی تعلیم نہیں ہے۔ مگر ان کی اخوت کوئی ایسی انوکھی بات نہیں جس کی مثال دنیا میں نہ ملتی ہو۔ بلکہ ان کی تاریخ میں بہت سے ایسے واقعات درج ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو تو اصلی اخوت کی الف۔ ب کا بھی پتہ نہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب سے محمد صاحب نے مذہب اسلام کی بنیاد رکھی ہے۔ غیر تو ایک طرف خود مسلمانوں کی بلکہ بڑے بڑے مسلمانوں کی گردنیں اسلامی تلوار سے ہی کٹتی رہی ہیں۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے کئی خلفاء جو حضرت محمدؐ کے جانشین ہونے کا دعوےٰ کرتے تھے خود مسلمانوں کی تلوار سے ہی ہلاک کئے گئے۔ کیا لالہ راجپت رائے جی نے تاریخ اسلام کا کبھی مطالعہ نہیں کیا۔ اگر کیا ہے تو کیا ان کو معلوم نہیں کہ حضرت محمدؐ کے

آنکھ بند کرتے ہی ان کی گدی کے لیے خود ان کے اصحابیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر تو جو محمد صاحب کی سب سے چھوٹی بیوی عائشہ کے باپ ہونے کی وجہ سے اُن کے خُسر بھی تھے قدرتی موت مرے مگر ان کے بعد تین خلفا حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علی ہوئے وہ چند سال کے اندر ہی خود مسلمانوں کی تلوار سے ہلاک ہو گئے۔ اسلام کے دُوسرے خلیفہ حضرت عمر کو ہلاک کرنے والے مسلمان تھے۔ اسلام کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان کو مار ڈالنے والے مسلمان تھے اور اسلام کے چوتھے خلیفہ حضرت علی کی گردن کاٹنے والے جو حضرت محمدؐ کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور داماد بھی کون تھے؟ یہی عربی مسلمان تھے۔ جنکی اخوت کے راگ منجندہ صاحب اس زور شور سے گا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ دنیا بھر میں اخوت کا پرچار اگر کسی نے کیا تو وہ عربی مسلمان تھے۔ حضرت علی کی اولاد۔ حضرت امام حسن اور امام حسین کے ساتھ انہی اخوت کے سب سے بڑے پرچارکوں یعنی عربی مسلمانوں نے جو وحشتناک سلوک کیا۔ اسے بیان کرنے کے لیئے لوہے کی زبان چاہیئے۔ کیا لالہ صاحب نے کربلا کے وہ ظالمانہ کارنامے نہیں پڑھے جہاں حضرت محمدؐ کے لاڈلے نواسے امام حسین اور اُن کی اولاد کا خون بہایا گیا تھا اور ان کی بیگمات کو ذلیل و خوار کر کے ننگے سر اور ننگے پاؤں تشہیر کیا گیا تھا۔ اگر یہی اخوت ہے تو کون اس پر فخر کر سکتا ہے۔ اور کون اسے دنیا کی سب سے بڑی اور اچھی تحریک ماننے کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔

ہم حضرت محمدؐ بانئے اسلام کے دُشمن یا مخالف نہیں۔ ان میں بھی خوبیاں ہونگی اور تھیں۔ مگر اُن میں کمزوریاں بھی تھیں۔ جن کی موجودگی میں نہ تو ہم

ان کو انسانی دنیا کا لاثانی اور یکتا انسان قرار دے کر اپنے بزرگوں بھگوان رام۔ کرشن اور دوسرے اوتاروں و رشیوں منیوں کو فراموش کر سکتے ہیں۔ نہ ان کی تعلیم کو وہ درجہ دینے کے لیے تیار ہیں کہ جس کی مثال ہی کسی دوسری جگہ نہ ملتی ہو۔ بلکہ ہماری یہ رائے ہے کہ گری سے گری حالت میں بھی ہندو قوم ایسے انر دیپ۔ اگرتی اور دیسی تعلیم دنیا کو بہم پہنچاتی رہی ہے کہ جس پر ہر پہلو سے فخر کیا جا سکتا ہے اور اپنی اس تعلیم و تہذیب کی موجودگی میں نہ اسے اسلام کے آگے سر جھکانے کی ضرورت ہے نہ کسی اور مذہبی تحریک کے آگے۔ (گورو گھنٹال ۵ اگست)

(۳)

گورو گھنٹال کی گذشتہ دو اشاعتوں میں ہم اس بے جا خوشامد بھونڈی چاپلوسی اور فرضی تعریف کا بھانڈا پھوڑ چکے ہیں جو لالہ رام چند صاحب منیجنگ ایڈووکیٹ لاہور اور چیئرمین ارورہ بنس سبھا نے حضرت محمد اور اسلام کی اپنے ایک خاص مضمون میں کی ہے۔ ہمیں تعجب ہے کہ آپ نے اس تعریف کا دائرہ محمد صاحب تک ہی محدود نہیں رکھا۔ بلکہ اُسے اُن عربوں تک بھی وسیع کر دیا ہے کہ جن کے دامن بے گناہوں کے خون سے اب تک آلودہ ہیں مثلاً آپ لکھتے ہیں:۔

انسانی تاریخ اس عظیم الشان معجزہ کا کوئی دوسرا نمونہ پیش نہیں کر سکتی۔ عرب دس سال (۶۳۲ سے ۶۴۲ تک) کے قلیل عرصہ میں دنیا کی ایسی مضبوط طاقت بن گئے کہ انہوں نے اپنے گرد و نواح کی شائستہ

دنیا کو چار سال کی مدت میں اپنے زیر اثر کر لیا۔ عربوں نے ایک ایک دن میں دو دو سو قلعے فتح کئے جاہل اور ناشائستہ عرب دنیا کے معقول رقبہ کے فرمانروا اور مالک ہو گئے۔ سوشیل دنیا میں اس قسم کا کوئی دوسرا معجزہ نہیں ملتا۔ جو عربوں کی کامیابی کا ہم پلہ کہلا سکے۔

ہم حیران ہیں کہ لالہ رام چند صاحب کی عقل کو کیا ہو گیا ہے اور وہ یہ کیا لکھ بیٹھے ہیں اور وہ عربوں کی جنگی طاقت کو سوشیل طاقت کا مقدس خطاب کیونکر دینے کی جسارت کر سکتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ عربوں نے دس سال کے عرصہ میں اپنی جنگی طاقت بہت بڑھالی۔ مگر ہم ان کی اس طاقت کو سوشیل طاقت ماننے کے لیے تیار نہیں۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ چار یا پانچ سال کے عرصہ میں انہوں نے اپنے اردگرد کا بہت سا علاقہ فتح کر لیا اور وہ اس پر قابض ہو گئے یا اسکے مالک بن گئے مگر کیا یہ ان کی سوشیل فتح تھی۔ کیا یہ فتوحات انہوں نے سوشل طریقوں سے حاصل کی تھیں نہیں اور ہرگز نہیں۔ اگر لالہ صاحب اب بھی اس زمانہ کی تاریخ مطالعہ کرنے کی زحمت اٹھائیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ عربوں نے ایک ایک دن میں جو دو دو سو قلعے فتح کئے اور ان پر قبضہ کیا۔ ان کی تہ میں ان کا سوشل اخلاق نہ تھا بلکہ جنگی تیاریاں تھیں۔ چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لئے لاکھوں آدمی تہ تیغ کیے گئے۔ لاکھوں زخمی و گرفتار ہوئے لاکھوں عورتیں بیوہ بن گئیں اور لاکھوں بچے یتیم ہو گئے اگر اس قدر خونریزی کا نام سوشل فتح ہے تو خیر ورنہ لالہ صاحب خود ہی سوچیں کہ وہ اس قدر کذب بیانی کیوں اور کس لئے کر رہے ہیں۔

معلوم نہیں لالہ رام چند منچندہ جیسے ذمہ دار لیڈر نے جو اپنے نام کے

ساتھ جاتی بھوشن کا دُم چھلہ بھی لگائے پھرتے ہیں۔ یہ مضمون کس وقت اور کن حالات میں حوالۂ قلم کیا کہ ان کی تحریر کا ایک ایک لفظ ہندو نقطہ خیال سے قابلِ اعتراض معلوم ہوتا ہے آپ نہ صرف جنگی واقعات کو سوشیل واقعات قرار دے کر ان کی اہمیت کو کم کر رہے ہیں اور سریوں کی خونریزی پر پردہ ڈال رہے ہیں۔ بلکہ ان تمام واقعات کے لئے جن کا ایک ایک لفظ انسان کے مقدس خون کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ ایک ایسی طاقت کو ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔ جو اس قسم کی حرکات کو ایک منٹ کے لیے برداشت نہیں کر سکتی۔ یعنی آپ ان تمام عربی فتوحات کی تہ میں ایشوری طاقت اور اصول کام کرتے ہوئے قرار دے رہے ہیں اور دنیا کے لوگوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ سوشیل دنیا میں اس طرح کا کوئی دوسرا معجزہ تو بیان کریں۔ جو شخص جنگی واقعات کو سوشیل فتوحات قرار دے رہا ہو۔ اسکے سامنے بحث کرنا اگرچہ بھینس کے آگے بین بجانے کے برابر ہے۔ مگر تاہم ہم لالہ صاحب کا مغالطہ دور کرنے کے لئے چند حروف تو لکھے ہی دیتے ہیں۔ جاتی بھوشن صاحب اگر سوشیل فتوحات کا معجزہ دیکھنا ہے تو مہاتما بدھ کی سوانحعمری مطالعہ کیجئے۔ جس کا دھرم اب تک چین۔ جاپان۔ برہما۔ سیام اور دنیا کے دوسرے ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔ آج اس کی حالت خواہ کچھ ہو گئی ہو۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی اشاعت تلوار کے زور سے ہوئی تھی اور اس کا سکہ فوجی طاقت کے ساتھ لوگوں کے دلوں پر بٹھایا گیا تھا۔ اس سے کمتر درجہ پر سوشیل فتوحات کی مثال آپ کو عیسائی مشنریوں کی شہادتوں میں ملے گی۔ جن کی ہڈیاں دنیا کے ہر ایک حصہ میں پھیلی ہوئی ہیں اور وحشی افریقہ تک ان کی قربانیوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ سوشیل فتوحات

یا بدھ کے پرچارکوں کی تھیں یا مسیح کے بھگتوں کی۔ محمد صاحب کے پیروؤں کو ان سوشیل فتوحات سے کیا نسبت جو ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں مذہب لئے پھرتے تھے اور جن کے قدم انسانوں کی ہڈیوں پر پڑتے تھے۔

لالہ رام چند صاحب مخدوم یا تو بالکل بھولے ہیں اور یا بالکل احمق کہ جو قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے چلے جاتے ہیں مثلاً آپ اس مضمون میں ایک جگہ لکھتے ہیں :-

کون ہے جو اس امر سے انکار کر سکتا ہے کہ اس عدیم المثال اور حیرت میں ڈال دینے والی کامیابی کا راز آنحضرت کے اصول تھے۔ ان اصولوں کے اندر بے انداز ایسی طاقتیں پوشیدہ تھیں جو سوسائٹی میں ایسے عظیم الشان انقلاب کی حامل ہوئیں!

بہت بہتر جناب جانی بھوشن صاحب جو آپ فرماتے ہیں وہ درست ہے۔ اگر آپ عربوں کی ہر ایک بات کے لئے حضرت محمدؐ کی تعلیم یا اصولوں کو ہی ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ تو پھر آپ کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ انہوں نے اپنے ہی لوگوں بلکہ بزرگوں کی گردنوں پر جو تلوار چلائی۔ کیا اس کے لئے بھی آنحضرت کے اصول ہی ذمہ دار تھے۔ یعنی کیا حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمان حضرت علی اور ان کے بیٹے امام حسین پر چلائی گئی تلواروں کے لئے یہی اصول جوابدہ تھے۔ اگر نہیں تو کیوں؟ مگر غضب تو لالہ صاحب یہ کرتے ہیں کہ عربوں کی فتوحات کی تہ میں خدائی طاقت ثابت کرنے کی کوشش میں پاگل ہوئے جا رہے ہیں۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں :-

"کیا یہ اصول محض انسانی دماغ اور بالخصوص عربی دماغ کی اختراع ہو سکتے ہیں؟"

سمجھے لالہ جی! کیوں نہیں۔ جن لوگوں کو آپ جاہل اور دختر کش قرار
دینے کے بعد خود ہی سادگی پسند۔ فطرت باکرہ رکھنے والے اور صاف ستھری
ضمیر والے قرار دے چکے ہیں وہ اس قسم کے اصول کیوں نہیں بنا سکتے تھے
لالہ صاحب کی منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک طرف وہ عربوں کو صاف
ستھرے ضمیر والے اور سادہ قرار دے رہے ہیں۔ دوسری طرف وہ لکھ رہے
ہیں کہ جو کچھ عربوں نے چند سالوں کے عرصہ میں کیا اور جو پاکیزہ اصول اہل دنیا کے
سامنے رکھے۔ وہ عربی دماغ سے ہرگز نہ نکل سکتے تھے۔ ہماری حیرانی دور ہو جاتی
ہے۔ جب ہم لالہ صاحب کے مضمون کی اگلی چند سطور پڑھتے ہیں۔ جن
میں لالہ صاحب نے محمد صاحب کو انسانی دنیا کا لاثانی و یکتا سوشیل ریفارمر
عربوں کو سادہ باکرہ فطرت رکھنے والے اور ستھری ضمیر والے قرار دے کر
یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ محمدؐ صاحب یا ان کے پیروؤں نے جو
کچھ کیا وہ رب خدا کے الہام کے مطابق تھا چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

خود آنحضرت نے کبھی یہ دعوے نہیں کیا کہ یہ اصول ان کے دماغی
غور و فکر کا نتیجہ نہیں بلکہ صاف صاف الفاظ میں ظاہر کیا کہ وہ الہام پر
مبنی تھے۔ اور فرمان ایزدی کے پاک احکام تھے۔ غیر مسلموں کو بھی ماننا
پڑے گا کہ ایسے سوشیل اصول تھے کہ جن کی وجہ سے ساری دنیا میں نہایت
اہم انقلاب رونما ہوئے اور آنحضرت کی بزرگی محتاج بیان نہیں رہی۔

دیکھئے ان الفاظ میں لالہ رام چند منچندہ نے محمد صاحب کو لاثانی اور
یکتا ہی قرار نہیں دیا بلکہ ان کی تعلیم کو بھی پاک۔ عالمگیر اور برگزیدہ قرار
دیکر اس پر الہامی ہونے کی مہر لگا دی ہے اب کون ہے جو منچندہ صاحب
کی تسلیم کردہ اس برگزیدہ اور الہامی تہذیب و تعلیم کی مخالفت کر سکتا ہے

ان الفاظ کی موجودگی میں تو لالہ صاحب کے ہم قوم اوڈنبیوں اور ہندوؤں کے لئے ایک ہی راہ رہ گیا ہے کہ وہ جھٹ جنیو توڑ چوٹی کٹوا کر حضرت محمد کی الہامی اور برگزیدہ تعلیم و تہذیب کو اختیار کر کے مسلمان ہو جائیں اگر ہندو قوم کے لیڈر ایسے ہی ہیں جیسے کہ یہ بھائی کرشن صاحب تو پھر ہم کو یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ ہندوؤں کو دشمنوں کی ضرورت نہیں ہے۔ لالہ صاحب کے اس مضمون کے بعض اور پہلو بھی ہیں۔ جن پر ہم مفصل بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اسلئے آج اس سلسلہ کو ہم یہاں ہی ختم کر کے باقی مضمون کو دوسرے ہفتہ کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔ ناظرین کو بالعموم اور خاصکر وہ ہندو جن کی رگوں میں بھگوان رام اور کرشن کا خون ہے۔ اس سلسلہ مضامین کو ضرور پڑھیں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کے بعض وہ لیڈر جن کو انہوں نے بہت اونچا درجہ دے رکھا ہے۔ کس خطرناک ذہنیت کے مالک ہیں اور یہ ہندو سوسائٹی کا فرض ہے کہ ان کو مناسب جگہ پر رکھنے کی کوشش کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی غلط پوزیشن کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جہاں خود تباہ ہوں۔ وہاں اس قوم کو بھی غرق کر دیں۔ جس نے ان کو لیڈر بننے کی غلطی کی ہے۔

ہم اگر اوڈنبی ہوتے تو ان کے مضمون کو پڑھنے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کرتے کہ ان بھائی کرشن صاحب سے مطالبہ کرتے کہ چونکہ اپنے ان خیالات کی وجہ سے وہ اوڈنبی ہندوؤں کی رہنمائی کرنے کے قطعاً نا قابل ہیں۔ اسلئے سبھا کی صدارت سے فوراً الگ ہو جائیں۔ ہمیں ایسے لیڈر کی ضرورت نہیں جو ہمیں ویدک دھرم کے صاف اور سیدھے راستہ سے ہٹا کر اسلام کی غار میں گرانے کی دیدہ دانستہ حماقت کر رہے ہیں

رگھونند گھنشال ۔ اسسٹنٹ

(۲)

اخبار توحید لائلپور کے توحید نمبر میں جو جاتی بھوشن لالہ رامچند منچندہ ایڈووکیٹ لاہور و ادر پردھان ارورڑ بنس مکھ سبھا پنجاب نے لکھا ہے وہ صرف ایک صفحہ پر ختم ہو گیا ہے۔ مگر اس میں زہر اس قدر بھرا گیا ہے اور ہندو قوم کو اس سے اس قدر نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے کہ گورو گھنٹال میں اسکے متعلق ڈیڑھ ڈیڑھ صفحات کے تین مضامین لکھے جانے کے باوجود بھی لالہ صاحب کے اس مضمون کے خلاف بہت کچھ لکھنے کی ضرورت باقی ہے۔ ہندوؤں کے ان حضرت جاتی بھوشن صاحب نے اپنی پوزیشن اور لیڈری کا ذرا بھی خیال کئے بغیر ایسے خیالات کا اظہار اپنے اس مضمون میں کیا ہے کہ اس سے ہندو قوم کے گمراہ ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گورو گھنٹال اس زور شور سے اسکے خلاف لکھ رہا ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی ہم تحریر کر چکے ہیں اگر یہ مضمون کسی غیر معروف ایرے غیرے نتھو خیرے کا لکھا ہوا ہوتا تو ہم اسکی پرواہ نہ کرتے۔ اس قسم کے بکواس اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مگر جب ہم دیکھیں کہ لالہ رامچند منچندہ جیسی پوزیشن کا لیڈر جسے جاتی بھوشن بھی کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہندو قوم کے روبرو پیش کرے تو گورو گھنٹال خاموش رہنا پاپ اور گناہ سمجھتا ہے

لالہ صاحب نے اپنے اس مضمون میں جو ٹھوکر پر کہے ہیں اور ہندو قوم کے لئے گڑھے کھودے ہیں وہ ایسے نہیں کہ گورو گھنٹال ان کو دیکھے اور خاموش رہے۔ سب سے پہلے لالہ صاحب نے حضرت محمدؐ کو قدسی دنیا ہی نہیں بلکہ انسانی دنیا کا لاثانی و یکتا انسان قرار دے کر ان کو درجہ

اپنے بزرگوں۔ رشیوں، منیوں اور اوتاروں کے مقابلہ میں بہت بڑھا دیا پیغمبران کی مذہبی تعلیم پاک۔ بلکہ اسے برگزیدہ قرار دیکر اس پر الہامی ہونے کی مہر لگادی اور اس کے ساتھ ہی عرب کے ان باشندوں کو جنہوں نے اس تعلیم اور مذہب کا پرچار دنیا کے دوسرے حصوں میں کیا۔ سادہ صاف ضمیر والے اور فطرت باکرہ رکھنے والے قرار دیکر ان کی ان تمام جنگی حرکات کو جن کا ایک ایک لفظ انسان کے مقدس خون کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ سوشل فتوحات بنا دیا اور لکھ دیا۔ عربوں کی یہ فتوحات ایک ایسا معجزہ تھیں کہ سوشل دنیا میں اس طرح کا کوئی اور معجزہ نظر نہیں آتا۔ جو شخص خالص جنگی اور خونی فتوحات کو سوشل واقعات قرار دے سکتا ہے۔ اس سے اور سب کچھ امید ہو سکتی ہے۔ یہ سب کچھ کہنے کے بعد بھی آپ یہ قرار دینے کی جرأت کرتے ہیں کہ عربوں کی اس خونریزی اور جنگی فتوحات کی تہ میں خدا کا ہاتھ تھا اور یہ سب کچھ اس الہام کی رو سے ہوا جو محمد صاحب کو خدا نے دیا تھا۔ چھی چھی! کیسی واہیات منطق ہے اور کس طرح تاریخ کا خون کیا جا رہا ہے۔

لالہ صاحب کے یہ خیالات تو ناظرین نے مطالعہ کر لیے۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب ان کے بیان کردہ انسانی دنیا کے اس لاثانی اور یکتا مذہبی ریفارمر کی سوشل فتوحات کا سلسلہ ہندوستان میں جاری ہوا تو آپ اسکے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

> بے شک ہندوستان میں آکر اسلام کا بیڑا رک گیا اور رفتار رک گئی مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ بیڑا ہندوستان میں پہنچا تو اس کے رہنما اور ناخدا خود ان اصولوں پر پورے پورے کاربند نہ تھے۔

اس لئے جو مشرک اسلام کی آغوش میں آئے۔ وہ اپنے
پرانے قانون۔ رسم ورواج و ترک نہ کر سکے"۔

ان الفاظ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جانی بھوشن صاحب کو بڑی حسرت و مایوسی ہے کہ اسلام ہندوستان میں اس زور شور سے کیوں نہ پھیلا جس طرح کہ دوسرے ممالک میں پھیل گیا۔ اسکی وجہ آپ یہ قرار دیتے ہیں کہ اسلامی اصول تو اچھے تھے۔ مگر جو لوگ ہندوستان میں ان کا پرچار کرنے آئے۔ وہ ان اصولوں پر پوری طرح کاربند نہ تھے۔ ہم حیران ہیں کہ اس لچر اور بیہودہ تحریر کے خلاف کیا لکھیں لیکن مسلمان تلوار لیکر ہندوستان میں آئے اور جب تک ہندوؤں کے خون نے اس تلوار کو بالکل کند نہ کر دیا۔ اس وقت تک یہ تلوار بے تحاشا ہندو گردنوں کو کاٹتی رہی۔ یہانتک کہ انگریزوں نے اس تلوار کے دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور ہندوؤں کو اس سے نجات ملی۔

اگر لالہ صاحب نے تاریخ ہند کا مطالعہ کیا ہے تو وہ جانتے ہونگے۔ کہ ان کی انسانی دنیا کے لاثانی اور یکتا ریفارمر حضرت محمد کی پاک اور عالمگیر تعلیم و تہذیب کا جھنڈا لے کر سب سے پہلے محمد بن قاسم ہندوستان میں آیا تھا۔ محمد صاحب نے ۶۳۲ء میں وفات پائی۔ ان کی وفات کے تحقیق اسی سال بعد محمد بن قاسم ہندوستان میں آگیا۔ کیا اتنے ہی سالوں میں اسلام کی تعلیم کا وہ اثر جاتا رہا تھا کہ لالہ صاحب ہندوستان میں اسکی اشاعت کامل نہ ہونے کی وجہ اس کے رہنماؤں کو قرار دیتے ہیں۔ وہ کون ظلم ہے جو محمد بن قاسم نے ہندوستان کے ہندوؤں پر نہیں کیا۔ وہ کونسا تشدد ہے جو اس ظالم نے معصوم ہندوؤں پر جو اس وقت علاقہ سندھ میں آباد تھے روا نہیں رکھا اور جن میں زیادہ تر جانی بھوشن صاحب کے بزرگ اور بڑے

تھے۔ لیکن کیا آج جانی کھوش صاحب۔ حضرت محمد۔ اسلام اور ان عربوں کی تعریف کر رہے ہیں کہ جنہوں نے ان کے بزرگوں پر ناقابل برداشت مظالم کئے تھے اور خود لالہ صاحب نے اپنے ہاتھ سے۔ اپنے قلم سے اور اپنے دماغ سے ان مظالم کا حال اپنی تصنیف کردہ کتاب تواریخ اروڑبنس میں تحریر کیا ہے۔ آج لالہ صاحب اپنے ہی بزرگوں کو مشرک لکھتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے اور لکھتے ہیں کہ:۔

"جو مشرک اسلام کی آغوش میں آئے وہ اپنے پرانے قانون اور رسم و رواج کو ترک نہ کر سکے۔ اس لئے ہندوستان میں اسلام کا بیڑا غرق گیا"

مگر لالہ صاحب بھول گئے کہ اپنے انہی مشرک بزرگوں کے متعلق انہوں نے اپنی بنائی ہوئی مندرجہ بالا کتاب میں کیا لکھا ہے اور جن عربوں کو صاف ستھرے ضمیر والے۔ سادہ اور فطرت پاکیزہ رکھنے والے قرار دے کر وہ لکھ رہے ہیں کہ انہوں نے حضرت محمد کی الہامی تعلیم سے مسلح ہو کر دنیا میں ایک بے مثال سوشل انقلاب برپا کر دیا۔ ان کے متعلق خود انہوں نے کن خیالات کا اظہار کیا اگر ان کی یاد بالکل جواب نہیں دے گئی تو وہ اپنی اس کتاب کا صفحہ ۹۰ و ۹۱ مطالعہ کریں۔

ان صفحات کا اختصار ہم اس جگہ صرف اس لئے درج کرنا چاہتے ہیں کہ لالہ صاحب کچھ تو شرمندہ ہوں اور سوچیں کہ اپنی ہی تحریروں کے خلاف وہ کیا لکھ رہے ہیں۔ تواریخ اروڑبنس میں آپ لکھتے ہیں:۔

"جب اسلام کے پرجوش مذہب کا عرب میں زور بڑھا اور عربی لوگوں کو اپنے ملک سے باہر فریب پھیلانے کا شوق دامنگیر ہوا اور عرب کے ہتھیار

آس پاس کے ملکوں میں کامیاب ہوگئے۔ کیونکہ بغداد نے سندھ کی سرحد پر اپنی فوجوں کو روانہ کیا اور اروڑ کے راجوں نے ان کا مقابلہ کرنا شروع کیا پے در پے عربی حملہ آور امنڈ امنڈ کر اروڑ کے علاقہ پر چڑھائی کر کے دھاوے کرتے تھے۔ اور اروڑ کے بہادر یودھا ان کو مار کر پیچھے ہٹاتے رہے اس قسم کی چھیڑ چھاڑ ایک سو سال سے زیادہ عرصہ تک رہی۔ آخر ۷۶۶ء کے قریب زبردست حملہ آوری شروع ہوئی۔ مقابلہ ہوتا رہا۔ کشت و خون جاری رہا۔ آخرکار چوٹ پر چوٹ اور صدمہ پر صدمہ لگنے سے ۷۷۱ء میں یہ راج مسلمانوں کے ہاتھ میں چلا گیا اور اس طرح اروڑ راج کا خاتمہ ہوگیا۔

یہ ہے عربوں کی سوشل فتوحات کا نمونہ جو اپنے ہی بزرگوں کے متعلق جنہیں لالہ صاحب آج مشرک قرار دے رہے ہیں۔ خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ عربوں نے جاتی بھوشن صاحب کے بزرگوں کے راج کا خاتمہ کر کے اور ان پر سوشل فتح حاصل کر کے ان مشرکوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس کا حال بھی لالہ صاحب کے اپنے الفاظ میں سن لیجئے۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے۔ کہ جن عربی مسلمانوں کی فطرت پاکیزہ سادگی اور ضمیر کی صفائی کی آج وہ تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ بلکہ جن کی کرتوتوں پر وہ الہام کا غلاف چڑھانا چاہتے ہیں انہوں نے خود ان کے بزرگوں کے ساتھ کیا سوشل سلوک کیا تھا۔

لالہ صاحب اپنی مصنفہ تواریخ اروڑ بنس کے صفحہ ۱۱۷ پر لکھتے ہیں:
عربی لوگ کہ جن کو مذہب پھیلانے کی آگ سر پر چڑھی ہوئی تھی۔ جہاں کہیں ان کو فتح ہوتی تھی ایک طرف کلمہ اور دوسری طرف تلوار رکھ دیتے تھے اگر

کلمہ منظور کیا تو مسلمان ہو گئے اگر کلمہ منظور نہ کیا تو تلوار سے سر کو تن سے جدا کر دیا۔ شہروں کو لوٹ کر جلا دیا جاتا تھا۔ قتل عام کر دیے جاتے تھے۔ بچوں اور عورتوں کو پکڑ کر غلام بنا لیا جاتا تھا۔ ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ سوائے اپنی جان بچا کر بھاگنے اور اپنا گھر بار چھوڑ جانے کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ بھاجڑ پڑی اور زیادہ حصہ اروڑوں کا دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ اُوپر کو نکل آیا اور بے وطن بے گھر خالی ہاتھ خستہ حال اتر دیس میں پناہ لی اور سر چھپایا۔ پرماتما جانے یہ کڑی مصیبت کتنی دیر تک رہی اور عربی فاتحوں کے اتیاچار کی آگ کب تک برستی رہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں صدی کے اخیر میں اور آٹھویں صدی کے آغاز میں اروڑہ جاتی کی حالت ایسی ابتر ہو گئی کہ پرماتما دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ اس طرح بے ٹھکانہ بے سر و سامان۔ بال بچوں کو لیئے مارے مارے پھرتے تھے ..... صدیاں گذر گئیں مگر اروڑ بنسیوں کی پرانی حالت پھر واپس نہ آئی ..... آٹھویں صدی کے شروع میں اروڑ راج کا خاتمہ ہو گیا اروڑ کوٹ کو لوٹ مار کر جلا دیا گیا۔ اب ان کی یادگار صرف وہاں کے بھاگے ہوئے باشندوں کے نام کے ساتھ باقی رہ گئی ہے یا مسمار شدہ پراچین اروڑ کوٹ کے ٹیلے کے نام کے ساتھ باقی ہے۔ سوائے ان یادگاروں کے اروڑ کوٹ یا اروڑ کی عظیم الشان سلطنت کا اور کوئی نشان باقی نہیں ہے ؛

یہ الفاظ کس کے ہیں ؟ لالہ رانچند منچندہ جاتی بھوشن کے۔ کیا یہ ان کے لیئے شرم کی بات نہیں کہ ان کے جن بزرگوں کی یہ حالت ہوئی۔ ان کو تو وہ مشرک لکھتے ہیں اور جن ظالم عربوں نے ان کے بزرگوں اور ان کی

قوم کی یہ حالت کی ان کی تعریف میں کچھ سے کچھ لکھے جا رہے ہیں لالہ صاحب اپنی دونوں تحریروں پر غور کریں اور پھر سوچیں کہ وہ حضرت محمد اسلام اور عربوں کی بیہودہ تعریف کر کے کس گناہ عظیم کو اپنے سر پر اٹھا رہے ہیں

(گورو گھنٹال ۱۹ اگست)

---

(۵)

جاتی بھوشن لالہ رامچند منچندہ کے عربوں کی تعریف میں لکھے ہوئے ایک مضمون پر جو بحث گذشتہ ایک ماہ سے ان کالموں میں جاری ہے آج یہ اس کا آخری مضمون سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ اسکے بعد ہم گورو گھنٹال کے لیڈنگ کالموں میں اور کچھ لکھنا نہیں چاہتے حالانکہ یہ مضمون ایسا مزیدار ہے کہ جتنے اسکے حروف ہیں اتنے ہی اسکے خلاف مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ اب پھر لکھتے ہیں کہ اس مضمون نے ہم کو بہت حیران کیا اسلیئے کہ کوئی ذمہ دار شخص جسے قوم نے جاتی بھوشن کا خطاب دیا ہو۔ اس قسم کی غلطی ہرگز نہیں کر سکتا۔ لالہ رامچند منچندہ ایک بہت بڑے ہندو لیڈر ہیں۔ ان کو اسلام کی تعلیم کی تعریف میں اور ہندوؤں کو اسلامی تعلیم سے فائدہ اٹھانے کا مشورہ دینے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچنا چاہیئے تھا کہ ان کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کہیں ہندو نوجوانوں کو گمراہ کرنے والے تو نہ ہونگے لالہ صاحب نے حضرت محمد بانئے اسلام کو انسانی دنیا کا یکتا اور لاثانی ریفارمر قرار دیا۔ ان کی تعلیم کو پاکیزہ اور عالمگیر لکھا اور پھر اس پر الہامی ہونے کی مہر لگائی۔ یہاں تک ہی بس

نہ کرسکے آپ نے اُن عربوں کی بھی دل کھول کر تعریف کی جنہوں نے اس اسلامی تعلیم کو دنیا میں پھیلایا اور اسکی اشاعت کی۔ یہانتک کہ ان کی سادگی اور پاکیزہ فطرت کی تعریف کی اور ان کو صاف ستھرے ضمیر والے لکھ کر یہ مُہر بھی چسپاں کر دی کہ عربوں کے ذریعہ اس اسلامی یا محمدی تعلیم کی اشاعت میں خدا کی مرضی شامل تھی۔ اسکے بعد اُنھوں نے عربوں کی جنگی بلکہ خونی فتوحات کو سوشیل معجزہ اور وہ بے نظیر اور لاثانی قرار دیا۔ یہ سب کچھ لالہ صاحب نے اپنے قلم سے ایک ایسے مسلمان اخبار کے کالموں میں لکھا کہ جو اپنے روز پیدائش سے ہندوؤں کو کوس رہا ہے اور اب بھی پانی پی پی کر کوستا ہے۔

لالہ صاحب نے اسلام اور مسلمانوں کی تو اپنے اس مضمون میں یہ تعریف کی مگر اپنی قوم اور اپنے بزرگوں کو مشرک قرار دیتے ہوئے اور اس امر پر ایک طرح سے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہ اسلام ہندوستان میں دنیا کے دوسرے حصوں کی طرح نہ پھیل سکا۔ آپ ہندوستان میں رہنے والے ہندوؤں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اسلام کی پاک اور عالمگیر تعلیم کو نہ صرف سمجھیں بلکہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ آپ نے یہ مشورہ صرف ہندوؤں کو ہی نہیں دیا بلکہ ان کے ساتھ ہی سکھوں۔ عیسائیوں اور بودھوں کو بھی اس مشورہ کے بوجھ تلے دبانے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً آپ لکھتے ہیں :-

"کاش کہ ہندو سکھ عیسائی۔ بودھ اور دوسرے لوگ آنحضرت محمد صاحب کی پاک تعلیم کو سمجھیں اور اس سے مستفید ہوں"

اپنے ان الفاظ میں لالہ صاحب نے جو مشورہ بودھوں۔ سکھوں عیسائیوں اور دوسرے لوگوں کو دیا ہے۔ اسکے متعلق ہم کچھ لکھنا نہیں

چاہیئے بلکہ ہم تو صرف ہندوؤں تک ہی اپنے اس مضمون کو محدود رکھنا چاہتے ہیں اور نہایت زور سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ لالہ صاحب نے ہندوؤں کو یہ مشورہ دینے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ ہندوؤں کو ان کے اس مشورہ کو نہایت نفرت و حقارت سے ٹھکرا دینا چاہیئے اس لیے کہ اس میں ان کے لئے سخت خطرات پوشیدہ ہیں اگر لالہ صاحب اپنی ان سطور میں احتیاط سے کام لیتے اور اسلام کی کسی خاص بات کا ذکر کر کے ہندوؤں کو اس سے فائدہ اٹھانے کا مشورہ دیتے تو بھی شاید ہم خاموش رہنے کی کوشش کرتے۔ مگر جس حالت میں جاتی بھوشن صاحب نہایت لاپرواہی سے حضرت محمد کی عام تعلیم کو پاکیزہ اور عالمگیر قرار دے کر ہندوؤں کو اس سے فائدہ اٹھانے کا مشورہ کر رہے ہوں۔ ہم خاموش نہیں رہ سکتے بلکہ لالہ صاحب کو بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت آپ اپنی قوم کو کہاں دھکیل رہے ہیں۔

ہم نے مذہبی اور تاریخی دونوں نقطہ خیال سے اسلام اور ہندو دھرم کا نہ صرف مطالعہ کیا ہے بلکہ مقابلہ بھی کیا ہے اور اس کام میں اپنی عمر کے کئی عزیز سال خرچ کئے ہیں۔ ہمارا ایمانداری کے ساتھ یہ خیال ہے کہ اسلام کی تعلیم و مذہب میں کوئی بات ایسی نہیں جس سے فائدہ اٹھانے کا ہندوؤں کو یوں آزادی و لاپرواہی سے مشورہ دیا جا سکے ہندو دھرم اسلام کے مقابلہ میں بہت اچھی پوزیشن رکھتا ہے اور بہت زیادہ مضبوط چٹان پر قائم ہے۔ اسلام ہندوؤں کو کوئی اچھی بات نہیں سکھا سکتا۔ البتہ اگر لالہ رامچندر بخشندہ کی خواہش اور مشورہ سے متاثر ہو کر کوتاہ اندیش ہندو اسلام کی اس "عالمگیر اور پاکیزہ تعلیم" سے فائدہ اٹھانے کی حماقت کریں تو وہ بعض ایسی گراوٹوں کا شکار ہو جائیں گے

جنکی جرأت خود یہ جاتی بھوشن صاحب بھی کرنے کو تیار نہ ہونگے۔ مثلاً اسلام
کی تعلیم کا ایک پہلو گئو مانس کھانا ہے۔ جو شخص اسلام کی عام تعلیم کو
پاکیزہ اور عالمگیر قرار دے کر ہندوؤں کو اس سے فائدہ اٹھانے کا مشورہ
دیتا ہو۔ وہ لالہ رامچند منچندہ ہو یا کوئی اور ہمیں بتلائے کہ کیونکر ایسا
کر سکتا ہے اور اس لحاظ سے اسلام کی تعلیم عالمگیر اور پاکیزہ کیونکر
قرار دیجا سکتی ہے۔ جاتی بھوشن صاحب ہندوؤں کو اسلام کی پاکیزہ اور
عالمگیر تعلیم سے فائدہ اٹھانے کا مشورہ تو دینے بیٹھ گئے۔ مگر انہوں نے
یہ نہ سوچا کہ اسلام کی اس تعلیم سے کون ہندو فائدہ اٹھا سکتا ہے۔
اسکی جرأت تو جاتی بھوشن صاحب بھی نہ کر سکینگے +

اور سنیئے! اسے پاکیزہ کہیں یا عالمگیر قرار دیں۔ اسلام کی ایک تعلیم
یہ بھی ہے کہ مسلمان اپنے چچا۔ ماموں یا اور نزدیکی رشتہ دار کی لڑکی سے
شادی کر سکتا ہے۔ مگر کوئی ہندو ایسی بات خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا
اگر لالہ رامچند منچندہ کے الفاظ کے مطابق اسلام کی تعلیم کے اس حصہ کو
بھی پاکیزہ اور عالمگیر سمجھ لیا جائے اور ہندو لالہ صاحب کے اس
مشورہ سے فائدہ اٹھانے ان کی خواہش پوری کرنے کے لیے آمادہ ہونا
چاہیں تو کیا ان کو مقدس دودھ کا یہ دریا عبور نہ کرنا پڑے گا اور
کون ایسا بے غیرت ہندو ہو سکتا ہے کہ جو اس گراوٹ کا شکار ہو جاوے
اس قسم کی اور بھی کئی باتیں لکھی جا سکتی ہیں۔ مگر طوالت کے خوف سے
ہم یہاں ہی اکتفا کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جاتی بھوشن صاحب ان
دو متذکرہ بالا اسلامی تعلیموں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے مضمون پر غور کریں اور
سوچیں کہ اسلام کی تعلیم کو جس میں یہ اور اسی قسم کی چند دیگر باتیں بھی

شامل ہیں۔ پاکیزہ اور عالمگیر لکھ کر نیز ہندوؤں کو اس سے فائدہ اُٹھانے کا مشورہ دے کر ہندو قوم کی کیا خدمت کی ہے۔

مضمون آگے ہی بہت طویل ہوگیا ہے مگر چونکہ ہم اس سلسلہ کا آج خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔ اسلئے لگتے ہاتھوں لالہ صاحب کی ایک اور پوزیشن کا بھی اس جگہ ذکر کر دینا چاہتے ہیں۔ ہم حیران ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ خود لالہ صاحب بھی حیران ہونگے کہ توحید کے لئے حضرت محمدؐ کی تعریف میں مضمون لکھتے ہوئے وہ یہ کیا لکھ گئے۔ حالانکہ ان کے اپنے خیالات اپنے بزرگوں اور حملہ آور عربوں و مسلمانوں کے متعلق کچھ اور ہی ہیں۔ یہ مضمون تو جس پر اتنے ہفتوں سے بحث ہو رہی ہے۔ جانی بھوشن صاحب نے ایک مسلمان اخبار کے کالموں میں شایع کرایا۔ مگر انہی ایام میں آپ کو سناتن دھرم کالج لاہور کے ہال میں ہندو ودیارتھی سبھا کے زیر اہتمام میجک لالٹین کے ذریعہ ایک لیکچر دینے کا اتفاق ہوا۔ جس میں آپ نے ہندو قوم کی کمزوریوں کا ذکر کرتے ہوئے اُن عرب مسلمان حملہ آوروں کا بھی ذکر کیا جن کو آپ نے اپنے اس مضمون میں سادہ۔ پاکیزہ فطرت۔ صاف ستھرے ضمیر والے اور دنیا میں بے مثال سوشل انقلاب لانے والا۔ نیز خدائی الہام کے مطابق کام کرنے والا لکھا ہے۔ آپ کا یہ لیکچر ہمعصر خالصہ کے کالموں میں بزبان انگریزی چھپا ہے۔ وہاں سے ہم اسکے ضروری حصوں کا ترجمہ ذیل میں کرتے ہیں آپ نے کہا:۔

"بعد ازاں جب محمد بن قاسم کی زیر کمان عربوں نے ہندوؤں پر حملہ کیا۔ نیز بعد ازاں جب غزنوی اور غوری ہند پر حملہ آور ہوئے نیز اکبر وغیرہ کے حملوں کے وقت ہندو کبھی اس طرح بیدار نہ ہوئے کہ سوشیل

طور پر اپنے آپ کو یکساں خیال کرتے اگرچہ بڑے بڑے قدرتی امور ہندوؤں کے حق میں تھے۔ مگر انہوں نے شکست کھائی۔ ہتھیار بنا ہندو یا تو ہلاک کر دیئے گئے یا غلام بنا لیے گئے۔ ان کی عورتوں نے یا تو جوہر کی رسم ادا کر کے اپنی زندگیوں کا خاتمہ کر دیا یا حملہ آوروں نے ان کو گرفتار کر کے غلاموں کی طرح بیچ ڈالا۔ ایسا ہی حشر ان کے بچوں کا ہوا۔ عربوں نے مذہب اسلام کی اشاعت کے شوق یا جوش میں بہادر کھشتریوں کو اپنی تلوار کی خوراک بنا ڈالا اور ان کی عورتوں کو پکڑ کر عربوں کے ساتھ بیاہ دیا۔ اس طریقہ نے اور بھی ہولناک صورت اختیار کر لی جب مسلمان ترکوں مغلوں اور پٹھانوں نے ہندوؤں پر فتح حاصل کی۔ اس طرح پر سندھ اور پنجاب کی حکمران قوموں نے بہت زیادہ نقصان اٹھایا۔ وہ یا تو ہلاک کر دیئے گئے یا غلام بنائے گئے۔ ان کو جلاوطن کر دیا گیا یا مسلمان بنا لیا گیا۔"

یہ الفاظ لالہ رام چند منچندہ جاتی بھوشن کے ہی ہیں اور کسی شخص کے نہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ لالہ صاحب ہندوؤں کے جلسہ میں ہوں تو اس طرح صاف بیانی سے کام لیتے ہیں۔ لیکن جب ایک مسلمان اخبار میں مضمون لکھنا ہو تو اور کے اور بن جاتے ہیں۔ بہر حال آج ہم لالہ صاحب کے دونوں خیالات اپنے ناظرین کے سامنے رکھنے کے بعد ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی پوزیشن کا غلط استعمال کر کے ہندوؤں کو تباہ کرنے کی غلطی نہ کریں۔ اسلام سے ہندو کچھ نہیں سیکھ سکتے نہ اسکی تعلیم سے کوئی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ان کو یہ مشورہ دینا ایک بہت بڑی شرارت ہے جسے گورو گھنٹال کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔

گورو گھنٹال ۲۶ اگست ۱۹۳۳ء

(۶)

لائلپور کے اسلامی اخبار توحید کے رسول نمبر میں لالہ راجچند منچندہ نے جو مضمون لکھا ہے وہ ایک صفحہ پر درج ہے اس کی کل ۵۷ سطریں ہیں۔ ہر سطر میں اوسطاً ۱۶ الفاظ ہیں گویا کل مضمون میں ۹۱۲ الفاظ سے زیادہ نہیں مگر ہم سچ کہتے ہیں کہ جتنی مرتبہ ہم نے اس مضمون کو پڑھا اتنی مرتبہ ہی ہمیں نہایت دکھ اور تکلیف سے یہ محسوس ہوا کہ یہ ۹۱۲ تیر ہیں کہ جو ہندو قوم کی چھاتی میں لگے ہیں۔ ہم نہیں کہتے ہیں کہ لالہ راجچند منچندہ نے ایسا دانستہ کیا ہے۔ لیکن ان سے ایک ایسی غلطی ہوئی جس کی تلافی ہم ان مضامین کے ذریعہ کر رہے ہیں۔

جاتی بھوشن صاحب اپنے اس مضمون میں عربوں کی سادگی اور فطرت باکرہ کی تعریف کرتے اور ان کو صاف ستھرے ضمیر والے خطاب دیتے اور ان کے کارناموں کی تعریف کرتے بلکہ ان کے کارناموں کو معجزہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"انسانی تاریخ اس عظیم الشان معجزہ کا کوئی دوسرا نمونہ پیش نہیں کر سکتی عرب دس سال (۶۲۲ء سے ۶۳۲ء) تک کے قلیل عرصہ میں دنیا کی ایسی سوشل طاقت بن گئے کہ انہوں نے اپنے گرد و نواح کی شائستہ دنیا کو چار سال کی مدت میں اپنے زیر اثر کر لیا۔ عربوں نے ایک ایک دن میں دو دو سو قلعے فتح کئے اور سوشل دنیا میں اس طرح کا کوئی دوسرا معجزہ نہیں ملتا جو عربوں کی کامیابی کا ہم پلہ کہلا سکے۔"

ہم کو حیرت ہے کہ لالہ راجچند منچندہ جیسا تعلیمیافتہ وکیل ہندو لیڈر

یہ کیا لکھ رہا ہے اور کن کے متعلق لکھ رہا ہے۔ کیا لالہ صاحب بھول گئے
کہ صرف چند سال پہلے انہوں نے انہی عربوں کے متعلق اپنی مصنفہ تاریخ
اروڑہ بنس میں یہ الفاظ اپنے ہاتھوں سے درج کئے تھے لالہ صاحب کے
یہ الفاظ گورو گھنٹال کے گذشتہ پرچہ میں درج ہو چکے ہیں۔ ان الفاظ
میں بھائی بھوشن صاحب نے تسلیم کیا کہ عربوں نے ان کی قوم پر ایسے مظالم
کئے کہ آج صدیاں گذر جانے پر بھی ان کی اروڑہ قوم اپنی حالت کو نہیں
سنبھال سکی۔ جن عربوں نے خود لالہ صاحب کی اروڑہ جاتی کا یہ حال کیا ہو
ان کی تعریف میں لالہ صاحب کا یوں رطب خطبی ہونا اگر حیرانی کی بات نہیں تو
اور کیا ہے۔ مگر نہیں لالہ صاحب نے ان عربوں کے متعلق جن کی وہ آج
اس طرح تعریف کرتے ہیں اور بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ مثلاً اپنی اس
کتاب تاریخ اروڑ بنس میں ایک جگہ لکھتے ہیں :-

"جب راجہ داہر دیش پتی میدان جنگ میں عربوں کے ہاتھ سے
مارا گیا اور اسکے راجکمار بھی مارے گئے۔ محمد بن قاسم نے راج محلوں پر قبضہ کر
لیا تو اس نے دو سندر راجکماریوں کو قید کر کے بغداد میں خلیفہ کی نذر
کے واسطے بھیجدیں وہ راجکماریاں اپنے روپ اور خوبصورتی میں اپنا نمونہ
آپ تھیں۔ اس آپت کال میں جب راجکماریوں کو بغداد کے راستہ پر لے
جایا جا رہا تھا۔ نہ معلوم تھا کہ ان کی کیا گت ہوگی۔ ان کو خلیفہ کے حرم میں
داخل کیا جائیگا اور مسلمان بنا کر خلیفہ سے نکاح کیا جائیگا تو ایسے انتم
آپت کال کے سمے بھی راجکماریوں نے اپنے دھرم کو نہ چھوڑا
اور اپنی جگہ سے ذرا بھی ڈانواں ڈول نہ ہوئیں۔ بلکہ کمال درجہ کی ثابت قدمی
پر قائم رہ کر ایک نہایت ہی عمدہ چال سوچی۔ جس سے اپنے راج پتا اور

راجہ پیروں کا بدلہ بھی لے لیا اور خلیفہ کے حرم سے اپنا پیچھا بھی چھڑا لیا یہ دنیا کی تاریخ میں حوصلہ اور دھیرج کی لاثانی مثال ہے "

پیشتر اس کے کہ ہم جاتی بھوشن صاحب کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائیں کہ اُن کی قوم کے دشمن عربوں کے ساتھ جنہوں نے ان کی قوم کو ہمیشہ کے لئے تباہ اور برباد کر دیا۔ ان دیویوں نے کیا سلوک کیا اور خود لالہ صاحب کیا سلوک کر رہے ہیں۔ ان سندر اور ڈھیس راجکماریوں کی قربانی کا دردناک قصہ خود لالہ صاحب کی زبان میں سنا دینا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ لالہ صاحب لکھتے ہیں :-

"جب یہ سندر راجکماریاں خلیفہ کے پیش ہوئیں تو خلیفہ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ان کو نکاح میں لانے کی نیت ظاہر کی۔ اس وقت کمال حوصلہ سے راجکماریوں نے خلیفہ سے کہا کہ وہ اسکے نکاح کے لایق نہیں رہیں۔ اسلئے کہ محمد بن قاسم نے ان کے ساتھ وشئے بھوگ کیا ہے۔ یہ سنکر خلیفہ کے غضب کی آگ بھڑک اُٹھی اور حکم دیدیا کہ زندہ جانور کی کھال اتاری جائے۔ محمد بن قاسم کو اس کھال میں سی دیا جائے اور پھر اسے اسکے روبرو لایا جائے۔ خلیفہ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ محمد بن قاسم کو جانور کی کھال میں بند کر کے خلیفہ کے پاس پہنچایا گیا۔ راجکماریاں اپنے پتا اور بھائیوں کو ہلاک کرنے والے کی یہ گت دیکھ کر نہایت خوش ہو گئیں کہ بدلہ لے لیا "

ناظرین ذرا غور کریں۔ ایک طرف دو معصوم اور ڈھیس راجکماریاں،

ہیں کہ جو اپنے باپ۔ بھائیوں اور قوم کے قاتل عربوں سے بدلہ لینے کے لیئے ان کے سب سے بڑے افسر محمد بن قاسم کو یوں سزا دلا رہی ہیں دوسری طرف اروڈ بنس عکھ سبھا کے پردھان ہندو قوم کے لیڈر جاتی بھوشن لالہ رامچند منچندہ ہیں کہ اُن ہی عربوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتے اور اس قسم کی فتوحات کو ان کا سب سے بڑا معجزہ اور سوشل کارنامہ قرار دیتے ہیں۔ لالہ صاحب نے تو یہ مضمون مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیئے لکھا ہوگا۔ مگر ان سندر راجکماریوں نے یہ حرکت ایک بہت بڑے قربانی کے لیئے کی تھی۔ چنانچہ لالہ رامچند صاحب منچندہ کے اپنے الفاظ میں یہ دردناک قصہ یوں ختم ہوتا ہے۔ لالہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"پھر خلیفہ کے نکاح میں نچنے کے لیئے ان راجکماریوں نے کہہ دیا کہ محمد بن قاسم نے تو ان کے ساتھ زنا نہیں کیا۔ انہوں نے بناوٹی الزام محمد بن قاسم پر لگایا تھا۔ اس پر خلیفہ کے غضب کی آگ پھر بھڑکی۔ اس نے حکم دیا کہ راجکماریوں کے زندہ بند کنوا دیئے جائیں اس حکم کو سنکر راجکماریوں کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی کیونکہ خلیفہ کے حرم سے بچنے کی سوائے موت کے اور کوئی تدبیر نہ تھی۔ یہ راجکماریاں موت ہی تو منہ سے مانگتی تھیں۔ یہ اروڑہ جاتی کے حوصلہ اور دھیرج کی ایسے وقتوں کی مثال ہے جبکہ یہ جاتی اپنا سر دلش کھو بیٹھی تھی "

یہ الفاظ لالہ رامچند منچندہ کے اپنے ہیں ہم لالہ صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے ہی لکھے ہوئے ان الفاظ کو پھر پڑھیں اور سوچیں کہ عربوں کے ہاتھ ان معصوم ہندو اور اروڑ بنس راجکماریوں کے مقدس خون سے

لت پت ہیں۔ ان کی تعریف کرتے اور ان کی اس قسم کی ظالمانہ کرتوتوں کو سوشل معجزہ قرار دیتے ہیں وہ کہاں تک حق بجانب ہیں لالہ صاحب ذرا اپنی حالت کا اپنی ہی معصوم راجکماریوں کے ساتھ مقابلہ کریں اور پھر ذرا گریبان میں منہ ڈالیں۔ کہاں تو یہ نیک اور بہادر دیویاں کہ اپنے باپ بھائیوں اور ہم قوم لوگوں کا بدلہ لینے کے لئے ایک ایسی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوگئیں کہ اپنے بدن کا ایک ایک بند کٹوا دیا اور کہاں لالہ رامچند منچندہ کہ ان عربوں کی تعریف کر رہے ہیں۔ جنہوں نے ان دیویوں کا خون بہایا اور ان کے بند بند کاٹ ڈالے۔ جاتی بھوشن صاحب! جب اس نقطۂ خیال سے اپنے موجودہ مضمون مندرجہ اخبار توحید کو مطالعہ کرینگے تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچینگے کہ انہوں نے یہ مضمون لکھنے میں سخت غلطی کھائی ہے اور وہ اخبار گورو گھنٹال کے مشکور ہونگے کہ اس نے ان کی یہ غلطی ان پر اس بے خوفی سے ظاہر کر دی ہے

---

(۷)

ہمیں نہایت افسوس ہے کہ گورو گھنٹال کے بہت سے بیش قیمت کالم جاتی بھوشن لالہ رامچند منچندہ کے ایک مضمون کی نذر ہوگئے اور ابھی چند اور کالم ضایع کرنے پڑینگے اس لئے کہ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ انہوں نے اسلام اور عربوں کی نامناسب تعریف کرکے جو زہر ہندو قوم میں پھیلانا چاہا ہے وہ اس بدقسمت قوم میں پیچ پیچ پھیل جائے۔

لالہ صاحب نے اپنے اس مضمون میں جس کا رونا گذشتہ کئی مضمونوں سے گورو گھنٹال کے کالموں میں رویا جا رہا ہے۔ عربوں کی جو تعریف کی ہے وہ

ناظرین گورو گھنٹال مطالعہ کر چکے ہیں آپ نے ان کے متعلق لکھا کہ:-

"حضرت محمد کی تعلیم واقعی ساتویں صدی کے عربوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ تھی اور وہی اپنی سادگی فطرت پاکیزہ کی بنا سے اس کے مستحق تھے ..... اس تعلیم کا آغاز عرب کے ملک میں ہونے میں ایک راز ایزدی مضمر تھا۔ ان اصولوں کی تعلیم نے صاف ستھرے ضمیر والے عربوں پر اپنا رنگ چڑھایا کہ انہوں نے ایک نادر طاقت کی صورت میں نمایاں ہو کر تمام دنیا کو اسی رنگ میں رنگ دیا۔ اس وقت انسانی دنیا کا کثیر حصہ قریباً ساٹھ کروڑ آبادی اس تعلیم سے متاثر و مستفید ہو رہی ہے اور باقی دنیا اس کے اثرات و نقوش قبول کر رہی ہے"

عربوں کی تعریف میں ایک ہندو لیڈر کے یہ الفاظ بالکل غیر معمولی ہیں اور ان سے بہت سے سادہ لوح ہندوؤں کے گمراہ ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے ہم ان کی اور خود لالہ صاحب کی آنکھیں کھولنے کے لئے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جن عربوں کی تعریف میں لالہ صاحب یوں آپے سے باہر ہوئے جا رہے ہیں۔ وہ کیا تھے اور اب کیا ہیں۔ جاتی بھوشن لالہ صاحب کے یہ صاف ستھرے ضمیر والے عرب کیا تھے۔ اس پر ایک الگ مضمون گورو گھنٹال کے اسی پرچہ میں درج ہے۔ جس میں خود لالہ صاحب کی اپنی تحریروں کے حوالہ سے بتایا اور ثابت کیا گیا ہے کہ جن عربوں کے ہاتھ ہندو بلکہ [illegible] دیویوں اور راجکماریوں کے خون سے لت پت ہوں ان کی تعریف کوئی غیرتمند ہندو ہرگز نہیں کر سکتا۔

اس مضمون میں ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ جن عربوں کے متعلق بی.

بھوشن لالہ رامچند منچندہ یہ لکھ رہے ہیں کہ اس وقت انسانی دنیا کا ایک بڑا حصہ ان کی تعلیم سے فائدہ اٹھا رہا ہے وہ دراصل کیا ہیں ؟

لنڈن سے جو ولایتی اخبارات اس ہفتہ دفتر گورو گھنٹال میں موصول ہوئے ہیں ان میں سے ایک "ٹٹ بٹس" ہے اس کے صفحہ ۱۶ پر ایک نہایت دردناک مضمون مسٹر سی ایل آر جیمز کے قلم کا لکھا ہوا درج ہے اس انگریزی نام سے یہ مت سمجھئے کہ وہ کوئی انگریز نوجوان ہے بلکہ یوں سمجھئے کہ وہ حبشی قوم سے تعلق رکھنے والا ایک تعلیمیافتہ نوجوان ہے جس کے دادا کو غلامی کی زندگی سے آزاد کیا گیا تھا اس نوجوان نے اپنی قوم کی موجودہ غلامی کی حالت پر ایک نہایت ہی رقت آمیز مضمون لکھا ہے جسمیں بتایا ہے کہ جن عربوں کو لالہ رامچند منچندہ صاحب جاتی بھوشن صاف ستھرے ضمیر والے بتاتے پھرتے ہیں۔ وہ ان کی قوم کے ساتھ کیسا ظالمانہ سلوک روا رکھتے ہیں مسٹر جیمز لکھتے ہیں:۔

"عرب کے بڑے بڑے شہروں میں غلاموں کی درجنوں منڈیاں موجود ہیں۔ جہاں انسانوں کو ہر وقت خرید اور فروخت کیا جاتا ہے اور تو اور مسلمانوں کے مقدس مقام بڑی مسجد کے دروازوں پر غلاموں کی ایک بہت بڑی منڈی واقع ہے جہاں پر مرد اور عورت غلام پنجروں میں بند رکھے جاتے ہیں ان کے ہاتھوں۔ پاؤں یا گلے میں لوہے کی زنجیریں باندھکر ان کو لکڑی کے پنجوں سے باندھ دیا جاتا ہے اور یہ مظلوم اس حالت میں اُس وقت تک رہتے ہیں۔ جب تک کہ کوئی دُوسرا شخص ان کو خرید نہ لے۔ یہ سب کے سب غلام حبشی

نیگرو قوم سے تعلق رکھتے ہیں اور اس امر کی بکثرت شہادت موجود ہے کہ اُن میں سے بہت سے افریقہ کے اُن حصوں سے پکڑ کر غلام بنائے گئے ہیں جن کی حفاظت کا ذمہ برطانیہ نے لے رکھا ہے۔

سُنا جاتی بھوشن صاحب۔ جن عربوں کی سوشل ترقی کا راگ آپ یوں گا رہے ہیں وہ کس قدر سوشل اخلاق کے مالک تھے اور ہیں کہ اپنی سب سے بڑی مقدس مسجد کے سامنے جہاں ہر سال حج کے لئے تمام دنیا کے مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ انہوں نے غلاموں کی منڈی قایم کر رکھی ہے اور اس منڈی میں وہ مردوں کو اور عورتوں بچوں کو گائے بھینس۔ گھوڑے اور بکری کی طرح لوہے کی زنجیروں سے باندھ کر رکھتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں عرب لوگ کس طرح بے گناہ معصوم لوگوں کو غلام بناتے ہیں۔ یہ حالات اس قدر خوفناک ہیں کہ ان کو پڑھ کر ان کے مداح لالہ رامچند منچندہ کا کلیجہ بھی پھٹنے لگیگا۔

جاتی بھوشن لالہ رام چند منچندہ کے سوشل ریفارمر کس طرح غلام بناتے ہیں؟

جاتی بھوشن لالہ رام چند منچندہ حضرت محمدؐ بانئے اسلام کو انسانی دنیا کا لاثانی اور یکتا مذہبی ریفارمر قرار دیتے ہیں اور ان کے ہم قوم عربوں کو دنیا کا سب سے بڑا سوشل ریفارمر بتاتے ہیں حتے کہ ان کی جنگی فتوحات کو بھی سوشل معجزے قرار دیتے ہیں۔ لالہ صاحب کے یہ سب سے بڑے سوشل ریفارمر آج کل بھی جس طرح غلاموں کی تجارت کرتے ہیں۔ جس طرح انہوں نے عرب کے تمام بڑے بڑے شہروں میں غلاموں کی منڈیاں قایم کر رکھی ہیں۔ جس طرح وہ ان منڈیوں میں مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو بھیڑ بکری کی طرح فروخت کرتے ہیں۔ اور تو اور مسلمانوں کے سب سے بڑے مقدس مقام مکہ میں جہاں مسلمان ہر سال حج کے لئے جاتے ہیں۔ انہوں نے کس طرح بڑی مسجد کے دروازہ کے باہر بھی غلاموں کی منڈی قایم کی ہوئی ہے۔ جہاں غلام مرد و عورتوں کو مویشیوں کی طرح زنجیروں سے باندھ کر رکھا جاتا اور فروخت کیا جاتا ہے۔ یہ حالات ناظرین گورو گھنٹال کے گذشتہ پرچہ میں مطالعہ کر چکے ہیں۔ آج ہم انہیں اس مضمون میں یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ جاتی بھوشن صاحب کے یہ سب سے بڑے سوشل ریفارمر عرب مردوں اور عورتوں کو غلام کس طرح بناتے ہیں۔ یہ مضمون حبشی قوم کے ایک تعلیمیافتہ نوجوان مسٹر سی۔ ایل۔ آر جیمز کا لکھا ہوا ہے اور حال ہی میں لنڈن کے مشہور اخبار ٹائمز کے کالموں میں شایع ہوا ہے۔ مسٹر جیمز اپنے اس مضمون میں لکھتا ہے :-

افریقہ میں عرب لوگ سب سے بڑے غلاموں کے سوداگر ہیں ابی سینیا اور عرب کے جنوبی حصے ان کی سب سے بڑی منڈیاں ہیں۔ جہاں وہ اپنے غلاموں کی تجارت کرتے ہیں۔ غلاموں کی تجارت میں عرب لوگ بہت تجربہ کار بہت بے رحم اور بہت ہشیار حملہ آور ہیں اور بعض اوقات غلام حاصل کرنے کے لئے ایک ایک ہزار میل تک حملے کرتے ہیں وہ افریقہ کے دُور دراز علاقوں میں گھس جاتے ہیں اور غلام پکڑ لاتے ہیں؟

عرب لوگ جن کو جاتی بھوشن صاحب دنیا کے سب سے بڑے سوشل ریفارمر بتاتے ہیں۔ غلام کس طرح پکڑتے ہیں۔ یہ حالات نہایت ہی شرمناک ہیں۔ مسٹر جیمز کے اپنے الفاظ میں اُن کے اس شرمناک ظلم کی کہانی یوں ہے

مہذب گروہ کے لوگوں کو معلوم نہیں کہ عرب لوگ کس طرح حبشی لوگوں کے گھروں پر حملے کر کے انہیں غلام بناتے ہیں۔ نہ انہوں نے عربوں کو کبھی اس طرح حملے کرتے دیکھا ہے۔ مگر ہمیں اُن کے حالات اُن خوش قسمت حبشی غلاموں کی زبانی معلوم ہوئے ہیں۔ جو کسی نہ کسی طرح ان ظالم عربوں کی قید سے بھاگ آنے میں کامیاب ہو گئے۔ ذیل میں ایک ایسے ہی حبشی کی کہانی بیان کی جاتی ہے جو اُس نے ایک ڈسٹرکٹ افسر کے روبرو بیان کی تھی اور جو ابی سینیا کو جانے والے ایک عرب قافلہ سے بچکر سوڈان کے علاقہ میں آ گیا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا۔

"عربوں نے ہمارے گاؤں کا محاصرہ غالباً آدھی رات کے بعد کر لیا ہو گا۔ جبکہ ہم نیند سے غافل سوئے پڑے تھے۔ عرب حملہ آوروں نے جن کی تعداد پانسو سے کم نہ ہو گی۔ چاروں طرف سے گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ اس گاؤں میں دو سو حبشی مرد، عورتیں بچے اور بوڑھے رہتے تھے صبح ہونے سے

پہلے انہوں نے ہماری جھونپڑیوں پر جو گھاس پھوس سے بنی ہوئی تھیں آگ پھینکنی شروع کر دی۔ اس طرح پہلے انہوں نے ان جھونپڑیوں کو آگ لگائی جو ان کے قریب تھیں۔ ہوا نے آگ کے شعلوں کو دوسری جھونپڑیوں کی طرف بھڑکا دیا اور چند منٹ میں تمام گاؤں کی جھونپڑیوں میں آگ لگ گئی۔ اس سے تمام گاؤں میں شور مچ گیا۔ ہم سب اٹھ کر جلدی سے اپنا سامان اور اپنی جانیں بچانے کے لیئے باہر نکل آئے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہمیں آگ سے بھی زیادہ خوفناک دشمن کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس اثنا میں عرب حملہ آور چھپے رہے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہماری تعداد کتنی ہے۔ ہماری عورتیں چلا رہی تھیں۔ ہمارے بچے رو رہے تھے۔ اس وقت آگ سے جل کر جھونپڑیوں کی گرتی ہوئی لکڑیوں کی آواز کے ساتھ ہی بندوقوں کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ اب ہم کو معلوم ہوا کہ ہم تو ظالم اور بے رحم عربوں کی زد میں ہیں۔ جو ہمیں غلام بنانے آئے ہیں۔ اُن کی خوفناک شکلیں آگ کے شعلوں میں سے نظر آتی تھیں۔ مگر ہم بے حس تھے مجبور تھے۔ کسی طرح بھی اپنی جان نہ بچا سکتے تھے۔

دیکھا جاتی بھوش صاحب آپ کے سب سے بڑے سوشل ریفارمر کیا اعلےٰ سوشل ریفارم کا کام کر رہے ہیں۔ کیا یہ اُن کے سوشل ریفارم کا ایک بہت بڑا معجزہ نہیں ہے۔ مگر ابھی کیا ہے اور سنیئے۔ ان کے ظلم و ستم کی یہ داستان بہت زیادہ تکلیف دہ ہے۔ بچا ہوا حبشی اپنے قصہ کو جاری رکھتا ہے۔

"ہم میں سے جن لوگوں کے پاس ہتھیار تھے۔ عربوں نے گولیوں کا نشانہ بنا کر ہلاک کر دیئے۔ بہت سے حبشی بندوقوں کے کندوں اور ان زنجیروں

کے سروں سے زخمی کر کے زمین پر گرا دیئے گئے۔ جو ہم کو گرفتار کرنے کے لئے اُن کے پاس تھیں۔ اس کے بعد وہ ہم پر بے تحاشا ٹوٹ پڑے۔ کئی بوڑھے مرد اور عورتیں زندہ ہی اس آگ میں دھکیل دیئے گئے جو جھونپڑیوں میں جل رہی تھی۔ دوسروں کو گولیوں سے ہلاک کر دیا گیا۔ جن عورتوں کی گود میں دودھ پیتے بچے تھے۔ یا ننھے ننھے بچے تھے ان کو بھی اسی طرح ہلاک کر دیا گیا۔ یعنی یا تو ان کو گولیوں سے مار ڈالا گیا۔ یا زندہ آگ میں جلا دیا۔ یہ خوفناک نظارہ چند منٹوں میں ختم ہو گیا۔ ہم میں سے جو زندہ تھے۔ ان پر بربروں نے قبضہ کر لیا۔ پھر ہمارا انتخاب شروع ہوا۔ جو مرد اور عورتیں بالکل جوان تھیں۔ ان کو رکھ کر باقی سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ چنانچہ دو سو کی آبادی میں سے صرف چالیس مرد عورتیں زندہ رکھ کر اپنے ساتھ لے لیا۔ تاکہ غلاموں کی منڈیوں میں ان کو فروخت کر کے ان کے دام وصول کئے جائیں۔ صبح ہوتے ہی ہم کو چوزندی سے کوچ کا حکم ہوا۔ ہمارے گھر جہاں ہم نے جنم لیا اور پرورش پائی تھی۔ ہماری آنکھوں کے سامنے جل رہے تھے۔ آگ اور دھواں ہمیں اب تک نظر آ رہا تھا۔ ہماری قوم کے مرد عورتوں۔ بچوں اور بوڑھوں کی لاشیں اب تک جل رہی تھیں۔ ان کی چیخیں اب بند تھیں۔ مگر ان کے گوشت جلنے کی سڑاند ہمارے ناکوں میں اور ان کا گوشت جلنے کا خوفناک نظارہ ہماری نظروں میں دکھائی دے رہا تھا۔

سناتن دھرمی بھوشن صاحب! اپنے سب سے بڑے سوشل ریفارمروں کے مظالم کا حال۔ مگر ابھی یہ داستان ظلم ختم نہیں ہوئی۔ مسٹر جیمز اس حبشی کے بیان کا خاتمہ اس طرح کرتے ہیں:۔

"دو دن تک خوفناک جنگل میں سفر کرنے کے بعد ہم ایک گاؤں

کے قریب سے گذرے جو ہماری طرح ہی تباہ اور برباد کیا گیا تھا
چند منٹ کے بعد ہم کو عرب حملہ آوروں کا ایک اور گروہ ملا
جن کے پاس ہمارے جیسے چار سو حبشی غلام تھے۔ یہ بدنصیب
غلام کتنے گاؤں جلا کر اور تباہ کر کے حاصل کئے گئے ہونگے
اور ان کے کتنے رشتہ دار ہلاک ہوئے ہونگے۔ اس کا اندازہ
جاتی بھوشن صاحب خود لگا سکتے ہیں۔ ہم کو ان غلاموں میں
شامل کر دیا گیا۔ اگلے دن ہم سب کو رسوں اور زنجیروں سے
باندھ کر ایک طویل سفر اختیار کیا گیا۔ اس سفر میں ہم سے کئی
مر گئے اس لئے کہ کوئی ان کی خبرگیری کرنے والا نہ تھا۔ عام طور
پر ایک جوار کی روٹی ہمیں روز کھانے کو دی جاتی تھی رجو غالباً
کبھی ہی ہوتی تھی۔ ہم میں سے جو بھوک پیاس۔ بیماری یا زخموں
کی وجہ سے چلنے کے ناقابل ہوتے تھے۔ ان کو مار مار کر چلنے کے لئے
مجبور کیا جاتا تھا۔ مگر جب وہ چلنے کے قطعاً ناقابل ہو جاتے
تھے تو ان کو یا تو چھروں سے ہلاک کر دیا جاتا تھا یا گولی مار کر ختم
کر دیا جاتا تھا۔ اور ان کی لاشوں کو اسی طرح چھوڑ دیا جاتا تھا"
سن رہے ہو۔ جاتی بھوشن صاحب اپنے سب سے بڑے سوشل ریفارمر لول
کے حالات۔ اس داستان ظلم کا آخری حصہ بھی سن لو۔ قسمت سے بچا ہوا حبشی
اپنے اس قصہ کو یوں ختم کرتا ہے
"اس طرح پر میری قوم کے چھ آدمی راستہ میں ہی ہلاک ہو گئے
ان میں سے دو عورتیں تھیں۔ یہ بالکل جوان تھیں۔ ان کے بچے ان
کی گودوں سے چھین کر گاؤں میں ہی ہلاک کر دیئے گئے تھے۔ سفر

کے اٹھارھویں دن مجھے بچ کر بھاگنے کا موقع مل گیا۔ دن کے وقت
میں نے زنجیروں میں سے اپنے ہاتھ نکالنے کا بندوبست کر لیا جو
میرے ہاتھ کمزور ہونے کی وجہ سے ڈھیلی ہو گئی تھیں۔ رات کے
وقت میں بھاگ نکلا۔ اندھیرے میں ان کو میرا پتہ نہ لگا۔ بعد ازاں
ان کو پتہ لگ گیا تو انہوں نے میرا تعاقب کیا۔ مگر میں ان کے ہاتھ
نہ آیا اور اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔"

اس قصہ کو بیان کرنے کے بعد مسٹر جیمز لکھتے ہیں کہ اس ظالمانہ قصہ کا یہ مختصر سا بیان ہے۔ اگر اسے تشریح کے ساتھ بیان کیا جائے تو کئی واقعات ایسے بیان کرنے پڑیں۔ جن کو کوئی انسان سُننے کا حوصلہ نہ کر سکے۔

"آخر میں آپ لکھتے ہیں کہ اس تمام معاملہ کا سب سے زیادہ رنجدہ امر یہ ہے کہ یہ واقعہ اپنی قسم کا واحد واقعہ نہیں یا یہ واقعہ ایسا نہیں کہ جو سال دو سال بعد پیش آتا ہو بلکہ سال بھر اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور کوئی ان کی روک تھام کی کوشش نہیں کرتا۔"

سن لیا جاتی بھوشن صاحب نے اپنے سب سے بڑے سوشل ریفارمر عربوں کا کچا چٹھا۔ یہ سلسلہ دیر تک بلکہ سالہا سال تک جاری رکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ عربوں کے مظالم سے دنیا کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ لالہ رامچندر نے عربوں کی خوفناک سے خوفناک اور خونریز سے خونریز جنگوں کو بھی سوشل ریفارم معجزہ قرار دیا ہے اور ان کے ایک ایک دن میں دو دو سو قلعے فتح کرنے کو دنیا کا سب سے بڑا سوشل معجزہ لکھا ہے کیا وہ

اس مندرجہ بالا اور ... ایسے دوسرے واقعات کو بھی جو آئے دن پیش آتے رہتے ہیں اپنے سب سے بڑے سوشل ریفارمر عربوں کا لاثانی اور بے نظیر سوشل معجزہ قرار نہ دینگے ؟

واہ جاتی بھوشن صاحب جس قوم کو آپ جیسے ہمدرد اور دوست ملے ہیں۔ یقیناً اسے دشمنوں اور غداروں کی ضرورت نہیں ہے ۔

پرماتما سے پرارتھنا ہے کہ وہ آپ کو عقل اور معقولیت دے ۔

۱۱۱ سہ ام لئے لالہ کیدار ناتھ پرنٹر پبلشر نے نامی پریس لاہور میں
چھپوا کر دفتر گورو محمد ال سے شائع کیا ۔